REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

جلد ۴۰

شمارہ ۲۷

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبدالحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ

سالانہ ۸۰ روپیہ
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن۔

THE WEEKLY "BADR" QDIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۴۳۵۱۶

۲۱ ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری ۔ ۴ وفاء ۱۳۷۰ ہش ۔ ۴ جولائی ۱۹۹۱ء

Manager, THE BADR WEEKLY QADIAN-143516

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں ٭

برطانوی عوام کی عیسائیت سے بیزاری

نمائندہ "ٹائمز" لندن

برطانوی پارلیمنٹ میں آجکل یہ مسئلہ بھی زیر غور ہے کہ چرچ کو برطانوی سیاست سے علیحدہ کر دیا جائے۔ انگلستان کا بادشاہ ہنری ہشتم وہ حکمران تھا جس نے چرچ کو حکومت سے منسلک کیا تھا۔ اور یہ امر طے پایا تھا کہ ہر بشپ اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے برطانیہ کے بادشاہ یا ملکہ سے حلف وفاداری اٹھائے۔ آج بھی ہر بشپ کو ملکہ کی رہائش گاہ بکھنگم پیلیس جاکر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ملکہ ہی طاقت کا سرچشمہ ہے۔ گو بظاہر ملکہ بشپ کا تقرر کرتی ہے مگر دراصل یہ تقرر وزیر اعظم برطانیہ کے آئین کے مطابق یہ ضروری نہیں کہ وزیر اعظم چرچ آف انگلینڈ کا رکن ہو یا عیسائی ہو۔ ... دستور کے ... چرچ آف انگلینڈ اپنے معاملات خود طے کرتا ہے مگر ہر اہم فیصلے کی منظوری پارلیمنٹ دیتی ہے۔

اخباری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانیہ کے بعض اہم ایم۔پی اس بات کے حامی ہیں کہ چرچ اور حکومت کے درمیان برسوں سے جو رشتہ قائم ہے اس کو توڑ دینا چاہیئے۔ اسی طرح چرچ آف انگلینڈ کے ممبران کی ایک بھاری تعداد یہ خیال کرتی ہے کہ حکومت کو چرچ کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مسٹر ... ایم۔پی نے حال ہی میں ایک بیان دیا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ موجودہ ملکہ نے تاجپوشی کے وقت یہ حلف اٹھایا ... پریسبٹیرین اور ... کے ساتھ ... رکھیں گی اس لئے اس نے بعد جب ... ان ... کا حلف ... تو اس قسم کا عہد نہیں لیا جانا چاہیئے۔ ان کا خیال ہے کہ آزاد ہو کر چرچ زیادہ بہتر طریق پہ کام کر سکے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ انگلستان کی نصف سے زیادہ آبادی رومن کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ان کو حکومت کی طرف سے کوئی مراعات حاصل نہیں۔ جبکہ سرکاری مذہب پروٹسٹنٹ ہونے کی وجہ سے پروٹسٹنٹ فرقہ کے بشپ جو تعداد میں ۲۶ ہیں عہدہ کے لحاظ سے دارالامراء (HOUSE OF LORDS) کے رکن ہیں۔ اور قانون کے مطابق تو آج بھی شاہی خاندان کا فرد کسی رومن کیتھولک سے شادی نہیں کر سکتا۔

بعض لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ دارالامراء کے رکن بنائے جاسکتے ہیں تو دوسرے فرقہ کے لوگوں کو کیوں رکنیت نہیں دی جاتی۔ پھر برطانیہ میں دوسرے نمبر پر اسلام کے ماننے والوں کا ہے۔ اسی اصول کے مطابق شرح کے اعتبار سے ان کو۔ اور پھر دیگر مذاہب کو بھی نمائندگی کا حق ملنا چاہیئے۔

آرچ بشپ آف کنٹربری (CANTERBURY) ڈاکٹر کیری صاحب جن کا حال ہی میں اس عہدہ پر تقرر ہوا ہے نے اخباری بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ چرچ کو حکومت سے علیحدہ کیا گیا اور دونوں میں اس وقت جو رشتہ ہے اسے اگر توڑا گیا تو ملک کو بہت نقصان ہوگا۔

انہوں نے کہا جو لوگ چرچ کو حکومت سے علیحدہ دیکھنے کے متمنی ہیں یہ دلیل دیتے ہیں کہ برطانیہ اب کثیر المذاہب ... ہے۔ ... اگر عیسائی ... دارالامراء ... سکتے ہیں تو دوسرے مذاہب ... کیوں نہیں بنایا جائے گا۔ ... کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ... بشپ دارالامراء میں چرچ آف انگلینڈ کی نمائندگی نہیں کرتے ان کا وہاں بیٹھنا ہمارے ملک کے تاریخی رواج اور آئین کے عین مطابق ہے۔ جہاں تک دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی نمائندگی کا سوال ہے، برطانیہ کا ہر شہری یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنے چنے ہوئے ایم۔پی کی وساطت سے پارلیمنٹ میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر سکے۔ ہر ایم۔پی پارلیمنٹ میں اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتا ہے۔

صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ ٹائمز کے نمائندہ کلفرڈ لونگلے (CLIFFORD LONGLEY) نے لکھا کہ لوگ اب آہستہ آہستہ "مسلط کی گئی عیسائیت" سے بیزار ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس سے ذہنوں میں بہت سے سوال پیدا ہو رہے ہیں۔ مثلاً ملک میں ایک سے زائد بیویاں رکھنا کیوں جرم قرار دیا جائے۔ اگر عیسائیت اس کو منع کرتی ہے تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ اس لئے حکومت کی طرف سے عیسائیت کی اس تعلیم کو عوام پر مسلط کرنا درست نہیں۔ اسی طرح BLASPHEMY کا قانون ہے جو صرف عیسائیت کو تحفظ دیتا ہے۔

محکمہ تعلیم کی طرف سے عائد شدہ ایجوکیشن ریفارم ایکٹ ۱۹۸۸ء کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ اس ... اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ سکولوں میں عیسائیت کو خاص مقام ملنا چاہیئے وقت کے تقاضوں کے مطابق نہیں کیونکہ اس طرح بالآخر دیگر مذاہب ... دوسرے درجہ کی حیثیت ملے گی۔ اور ان قوانین کی وجہ سے ایسے سکولوں میں جہاں دیگر مذاہب مثلاً ... بچوں کی تعداد زیادہ ہے ... کو ... کرنا پڑ رہا ہے۔

مسٹر ... لکھتا ہے کہ ان تمام ... سے چرچ کے ارباب اقتدار بھی چنداں خوش نہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ ہمیشہ اس بات کے حامی چلے آتے ہیں برطانیہ کثیر المذاہب سوسائیٹی ہے اس لئے کسی ایک مذہب کو دوسرے پر فوقیت نہیں دی جاسکتی۔ دوسری طرف وہ حکومت کی طرف سے دی گئی مراعات کو بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ بحث کا نتیجہ نکالتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کو مساوی حقوق ملیں۔ اگر اس سے نارمن ٹبٹ کے نظریہ کو تقویت پہنچتی ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(رشید احمد چوہدری لندن)

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ کا

سوواں جلسہ سالانہ

بتاریخ ۲۶-۲۷-۲۸ فتح (دسمبر) ۱۳۷۰ ہش ۱۹۹۱ء منعقد ہوگا!

احباب جماعت ہائے احمدیہ کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مرکز سلسلہ قادیان میں جماعت احمدیہ کے سوویں جلسہ سالانہ کے لئے ۲۶-۲۷-۲۸ فتح دسمبر ۱۳۷۰ ہش ۱۹۹۱ء کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔

احباب ان تاریخوں میں جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ اور دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ سالانہ کو بہت کامیاب و بابرکت فرمائے۔ آمین۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

پرنٹر و پبلشر ... نے ... پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:- نگران بدر ... قادیان۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۴ر وفا ۱۳۷۰ ہش

"وطن کی فکر کر ناداں!"

(۱)

حالیہ الیکشن کے بعد لوک سبھا کے اکثر ممبران منتخب کر لئے گئے ہیں۔ جن کو بھی قوم کی طرف سے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے خدا اُن کے لئے بہت بہت مبارک کرے۔ اور اُن کو محض اپنے فضل سے یہ توفیق بخشے کہ وہ اہلِ وطن کی بلا لحاظ مذہب و ملت، رنگ و نسل اور علاقہ بے لوث خدمت کر سکیں۔

اِس میں شک نہیں کہ آزادی کے بعد سے اب تک ہم نے بعض شعبوں میں نمایاں ترقی کی ہے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، امن و امان کی صورتِ حال کے لحاظ سے ہمارا قدم پیچھے کی طرف جا رہا ہے۔ جن پُرخلوص ہاتھوں نے اپنی قوم و وطن کے لئے آزادی حاصل کی تھی آج وہ ایک ایک کر کے مادرِ وطن کی گود میں میٹھی نیند سوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ہم جو اُن کے وارث ہیں نہ تو ہمارے اندر وطن کی بے لوث خدمت کا وہ جذبہ ہے اور نہ ہی اہلِ وطن سے پیار و محبت کے تعلقات میں ہم مخلص ہیں۔

آج ہندوستان کے نقشہ پر آپ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک یکجائی نظر ڈال کر دیکھیں آپ کو ہر طرف بے چینی، افراتفری اور بدامنی کی کیفیت واضح نظر آئے گی۔ کہیں علاقائی جھگڑے ہیں تو کہیں لسانی فسادات، کہیں ذاتوں کے اختلافات اور کہیں مذہب کے نام پر خون خرابہ۔ ایک شریف اور معصوم آدمی خواہ وہ کسی مذہب اور قوم کا ہو، ڈرا ڈرا، سہما سہما زندگی کے لمحات گزار رہا ہے۔ اور وطن میں رہتے ہوئے بھی ہر معصوم شہری ایک اجنبی کی طرح اپنے آپ کو محسوس کر رہا ہے۔

حصولِ آزادی کے بعد جبکہ ہندوستان کے ہر شہری کو آزادی کی ٹھنڈی ہوائیں میں سانس لینے کا موقعہ ملنا چاہیئے تھا اور وطن کی چھت کے نیچے پُرسکون ماحول میں اس کی زندگی گزرنی چاہیئے تھی ایسا کیوں ہُوا کہ اہلِ وطن خود آپس میں ہی لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے۔ اس تاریخ کا اگر ہم بغور جائزہ لیں تو ہمیں صاف نظر آئے گا کہ ایک طرف تو ہمیں آزادی نصیب ہوئی اور دوسری طرف مذہب کے نام پر ہمارے درمیان آزادی کے دن سے ہی اونچی اونچی دیواریں کھڑی کر دی گئیں۔ جن کا واحد مقصد یہ تھا کہ نہ تو ہندوستانیوں کو خود اپنے وطن کے اندر امن و امان نصیب ہو سکے اور نہ ہی بیرونی سرحدوں پر ان کا خوف و خطر ٹل سکے۔

انگریزوں کا دیا ہُوا درشہ اور یہ خطرناک صورتِ حال بالآخر کب تک ہم میں قائم رہے گی۔ کب ہم ہندوستانی ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنیں گے؟ کب وہ مبارک صبح طلوع ہوگی جس دن ہم ایک دوسرے کو شک و شبہ کی تیز اور ترچھی نظروں سے دیکھنا چھوڑ دیں گے؟؟ اور کب وہ مبارک ایام ہماری زندگیوں میں آئیں گے جب ہم مندر والوں اور مسجد والوں اور ایک دوسرے کے مذاہب کو بجائے نااتفاقی کا ذریعہ بنانے کے اتفاق و اتحاد اور یکجہتی کی ٹھنڈی چھاؤں میں اپنے دن گزارنا شروع کریں گے۔

راقم الحروف کو ہندوستان کے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں جانے کا موقعہ ملا ہے۔ گہری نظر سے دیکھنے پر یہ جان کر اطمینان ہُوا کہ سادہ لوح دیہاتی اور عام لوگ، اُن لوگوں کی نسبت جو سیاسی یا مذہبی لیڈر کہلاتے ہیں بہت زیادہ محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کے لئے نہایت فراخدل ہیں۔ لیکن یہ لوگ جو اپنے آپ کو قوم کے لیڈر اور راہنما کہلاتے ہیں تخریب کاری کے کاموں میں ان سادہ مزاج لوگوں کو اور ان کی اولادوں کو آلۂ کار بناتے ہیں۔ اور جب فرقہ وارانہ آگ ان لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے تو یہ شعلہ بیان تقریریں کرنے والے اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے اس آگ سے بچا کر کسی محفوظ مقام پر لے جاتے ہیں۔ تمام ہندوستانیوں کو خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں ان فرقہ پرستوں کی چالوں کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو ان کا آلۂ کار بننے سے بچانا چاہیئے۔

راہنماؤں کا اصل کام تو یہ تھا کہ وہ آزادی کے بعد وطن میں خوشحالی لانے کے سلسلہ اہلِ وطن کی تعلیم و تربیت کا اچھا انتظام کرتے۔ لیکن خون کے آنسو رونا پڑتا ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی ہمارے دیہاتوں میں اکثریت اَن پڑھ لوگوں کی ہے۔ جن بیچاروں کو تعلیم و تربیت کے علاوہ ترقی یافتہ دنیا کے پانی کے پینے تک نصیب نہ ہونے یہی جاہل لوگ پھر مفاد پرستوں اور فرقہ پرستوں کا آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

اب جبکہ ایک نئی لوک سبھا کے ممبران منظرِ عام پر آ چکے ہیں اور ایک نئی حکومت تشکیل دی جا چکی ہے۔ ہم نئی حکومت کے ممبران کو اُن کی ذمہ داریاں ایک غیر ملکی اخبار کے حوالے سے یاد دلاتے ہیں ———— ملاحظہ فرمائیے:-

"نیویارک ۲۱ر جون (یو۔ این۔ آئی)۔ نیویارک ٹائمز نے اپنے اداریہ میں لکھا ہے کہ بھارت کے نئے وزیرِ اعظم کے سامنے بڑا کام ملک کی سالمیت کو قائم رکھنا ہوگا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کسی وقت اس بڑی جمہوریت میں اس قدر زیادہ ٹکراؤ اور جھگڑے نہیں ہوئے جیسے اب ہیں۔ پُرتشدد چناؤ ہُوا جس میں شری راجیو گاندھی کے قتل سے خلاء پڑ گیا جو کہ وزیرِ اعظم نے اُسے منظم، سرپرستی اور معالج ہوتا ہوگا۔ ملک کی ترقی ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ مہنگائی بڑھ گئی ہے۔ اور برآمدات کی کُل آمدن کا ۳۰ فیصدی غیر ملکی قرضوں اور سود کے بھگتان میں نکل جاتا ہے۔ ان سب سے بھی زیادہ بڑا کام ملک کی سالمیت کو قائم رکھنے کا ہوگا۔"

(بحوالہ ہند سماچار جالندھر ۲۲ر جون ۱۹۹۱ء)

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کی دوربین نگاہوں نے بہت پہلے سے ان تمام اُمور کو بھانپ لیا تھا۔ چنانچہ ایک عرصہ سے آپ اہلِ ہند کو آپس میں پیار، اتفاق و اتحاد کی تلقین فرما رہے ہیں۔ گزشتہ جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۱۹۹۰ء میں آپ نے اپنے ———— پیغام ———— میں فرمایا تھا:-

"خدا تعالیٰ ہندوستان کو [illegible] عطا فرمائے اور ہندوستان کے شمال و جنوب میں نفرتوں کی جو تحریکات چلائی جا رہی ہیں اور ہندوستانی بھائی اپنے ہندوستانی بھائی کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ رنجشیں دُور کر کے ہمارے ہندوستان کو اخوت کی اعلیٰ اقدار کے ساتھ وابستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہندو، مسلمانوں، سکھوں اور پارسیوں اور دیگر مذاہب کے سب لوگوں کو اختلافِ مذہب کے باوجود ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ بات سب اہلِ ہند کے دل میں جاگزیں فرما دے کہ کوئی سچا مذہب خدا کے بندوں سے نفرت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ مذہب کی صداقت کا نشان یہی ہے کہ جو کوئی خدا سے محبت و شفقت کی تعلیم دے۔ اور کہیں کہ جو خدا سے محبت نہیں کرتا وہ خالق سے بھی محبت نہیں کرتا۔"

یہ رنجشیں کیونکر دُور ہو سکتی ہیں اور کس طرح آپس میں پیار و محبت اور بھائی چارہ قائم ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سنہری تعلیمات بیان فرمائی ہیں، انشاء اللہ آئندہ گفتگو میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

(منیر احمد خادم قائمقام ایڈیٹر)

"تم بنی نوعِ انسان آپس میں برابر ہو!"

ارشادِ باری تعالیٰ:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور (غیر رشتہ داروں کو بھی) قرابت والے (شخص) کی طرح (جانتے اور اسی طرح مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور (ہر ایک قسم کی) بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے روکتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ (النحل: آیت ۹۱)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ از خطبہ حجۃ الوداع

...... تم تمام انسان خواہ کسی قسم اور کسی حیثیت کے ہو انسان ہونے کے لحاظ سے ایک درجہ رکھتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں ملائیں اور فرمایا جس طرح دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں آپس میں برابر ہیں اسی طرح تم بنی نوعِ انسان آپس میں برابر ہو۔ (بحوالہ دیباچہ تفسیر القرآن مصنفہ حضرت مصلح موعودؓ)

فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

... "میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دُنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوعِ انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف اُن باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اُصول ہے۔" (اربعین نمبر ۱ صفحہ ۲)

خطبہ جمعۃ المبارک

وہی لوگ دُنیا میں کامیاب ہوں گے جو مالک کی ہر ادا سے راضی ہوں

خدا سے غیر معمولی طلب کرنے والے اپنے اندر بھی غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کیا کرتے ہیں محض اپنی ضرورت کے وقت خدا کے حضور حاضر نہیں ہوتے بلکہ ساری زندگی حاضر رہتے ہیں

خدا کی راہ کے انعام یافتہ مسافروں کی دُعاؤں کا ایمان افروز تذکرہ

از سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۰ ہجرت (مئی) ۱۳۷۰ ہش ۱۹۹۱ء بمقام ناصر باغ (گروس گراؤ جرمنی)

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل خطبہ جمعہ
ادارہ بدر کلیۃً اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے ۔۔۔ (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

آج کا یہ خطبہ میں ناصر باغ فرینکفرٹ جرمنی سے دے رہا ہوں جہاں مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے آیا ہوں چونکہ یہ خطبہ براہِ راست مختلف ممالک میں سُنا جانے لگا ہے، اس لئے اُن کی اطلاع کی خاطر یہ وضاحت کر رہا ہوں۔ اس وقت ٹوکیو، سویڈن، ناروے، ماریشس اور یُوکے، کے علاوہ جرمنی میں بھی دو اور جگہوں پر یہ خطبہ سُنا جا رہا ہے۔ U.K کی مجالس یا جماعتیں جو اب خطبہ سُنتی ہیں اُن کی تعداد میں بھی اب اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت سات U.K کے ایسے شہر ہیں جہاں براہِ راست اس خطبہ کی آواز پہنچ رہی ہے۔

جرمنی میں ایوانِ خدمت کی تعمیر

پیشتر اس سے کہ سلسلہ مضمون جاری رکھتے ہوئے قرآن کریم کی دُعاؤں کا ذکر کروں ایک اعلان اس اجتماع کی نسبت سے میں آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ جرمنی نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کی ضروریات اتنی بڑھ چکی ہیں کہ اُن کو ایک ایوانِ خدمت کی تعمیر کی ضرورت ہے۔ اس غرض سے انہوں نے اجازت بھی چاہی اور ایک سرسری سا منصوبہ بھی سامنے رکھا۔ اصولاً اس کی میں نے منظوری دیدی ہے اور اُمید رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تین سال تک وہ ایوانِ خدمت تیار ہو جائے گا۔ لیکن سب سے پہلا مرحلہ اس کے لئے مناسب زمین کی تلاش ہے۔ جہاں تک چندوں کا تعلق ہے اس سلسلہ میں خدام الاحمدیہ جرمنی کو اس شرط کے ساتھ چندہ اکٹھا کرنے کی منظوری دی ہے کہ کسی خادم کو اس چندہ کے نتیجے میں یہ اجازت نہیں کہ میرے دوسرے جماعتی چندے متأثر ہو گئے ہیں۔ اس لئے تمام وہ خدام جو شوق کیساتھ اس چندہ میں حصہ لینا چاہیں، اس شرط کے ساتھ حصہ لیں کہ خدام الاحمدیہ کے ہال کی تعمیر کے سلسلہ میں جو بھی مالی قربانی وہ پیش کریں گے جماعت کے دوسرے چندوں میں کمی کرنے کا عذر نہ بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ اعلان اس لئے ضروری تھا کہ خلیفۃ المسیح کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا کوئی چندہ اکٹھا کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور خدام الاحمدیہ بھی اور دیگر ذیلی تنظیمیں بھی اس بات کی پابند ہیں اور پابند رہنی چاہئیں کہ جماعت سے جو بھی استثناء چاہیں یہ مطلب کرنا چاہئے۔ اُن کی پہلے باقاعدہ اجازت حاصل کریں۔

اب میں سلسلہ مضمون کی طرف لوٹتا ہوں، سورۃ فاتحہ میں جو ہمیں یہ دُعا سکھائی کہ اے خدا ہمیں سیدھے راستہ پر ڈال دے، وہ راستہ جو اُن لوگوں کا راستہ ہے جن پر تُو نے انعام فرمایا۔ اس ضمن میں انعام کی راہ پر چلنے والے یا خدا کی راہ کے وہ مسافر جو انعام یافتہ شمار ہوئے اُن کا ذکر قرآن کریم میں مختلف شکلوں میں ملتا ہے اور اُن کی دُعائیں بھی محفوظ کر دی گئی ہیں۔ اُن دُعاؤں کے سلسلہ میں ایک دُعا نظر سے رہ گئی تھی جس کا بیان پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ اس لئے میں اُس دُعا سے آج کا مضمون شروع کروں گا۔ پھر چونکہ بعد کی چند دُعائیں پہلے خطبہ میں بیان ہو چکی ہیں اُن کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اور پھر اس پہلی بھولی ہوئی دُعا کے بعد حضرت ایوب کی دُعا سے سلسلۂ مضمون شروع ہو جائے گا۔

آنحضرت صلعم کی دُعا رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ ... الآیۃ کی ایمان افروز تفسیر

وہ دُعا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائی گئی اور دُعا یہ ہے: رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ اے میرے ربّ! مجھے صدق کے ساتھ داخل فرما یعنی میرا قدم سچائی پر پڑتا ہو اور سچائی کے ساتھ میں داخل ہوں۔ وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور اسی طرح سچائی پر قدم رکھتے ہوئے یا سچائی کے قدم کے ساتھ میں اس منزل سے باہر نکلوں وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ اور میرے لئے اپنی جناب سے ایک ایسا مددگار عطا فرما جو غالب اور قوت والا ہو۔ یہ وہ سورۃ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اگرچہ اس بارہ میں اختلاف ہے لیکن جو مستشرقین محققین باقی مسلمان علماء سے اختلاف بھی رکھتے ہیں اُن کے نزدیک بھی [illegible] تک کا زمانہ ہے اس عرصہ کے اندر اندر یہ سورۃ نازل ہو چکی تھی اور بعض مفسرین تو اس سے بہت پہلے کا زمانہ بتاتے ہیں۔ بہرحال ہجرت سے پہلے کی یہ سورۃ ہے اور اس آیت کے متعلق بھی یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ ہجرت سے پہلے کی ہے۔ اس لئے اس دُعا میں دراصل ہجرت کی بھی پیشگوئی فرمائی گئی تھی۔ لیکن صرف ہجرت تک اس دُعا کا مضمون محدود نہیں جیسا کہ میں بیان کروں گا اس سے زیادہ وسیع تر معانی اس میں پائے جاتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ۱۳ سال نبوت کے مکہ میں بسر فرمائے۔ تیرہ سال دُکھ جھیلے اور پھر تیرہ سال کے آخر پر یا کم و بیش اس عرصہ میں آپ نے مدینہ کی طرف

آنحضرت نے فرمائی۔ پس یہ دعا آپ کو یہ بتا رہی تھی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تجھے اس شہر سے نکلنا بھی ہے اور دوبارہ اس شہر میں داخل بھی ہونا ہے۔ تیرا نکلنا بھی سچائی کے ساتھ ہوگا اور تیرا دوبارہ اس شہر میں داخل ہونا بھی سچائی کے ساتھ ہوگا۔ لیکن اس میں نکلنے اور داخل ہونے کی ترتیب کو بدل دیا گیا ہے۔ اور داخل ہونے کا ذکر پہلے ہے اور نکلنے کا بعد میں۔ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم گویا کہ آپ کو دعا سکھائی جا رہی ہے کہ تو یہ دعا کیا کر۔ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اے میرے رب! مجھے صدق کے ساتھ داخل فرما وَ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور صدق کے ساتھ مجھے نکلنے کی توفیق عطا فرما۔ تو مکہ سے تو پہلے نکلنا تھا پھر ادخال کا ذکر کیوں پہلے فرمایا۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک لمحہ کے لئے بھی خدا تعالیٰ اس دکھ میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ گویا میں مکہ سے نکلوں گا اور پھر شاید واپس آؤں یا نہ آؤں۔ پس واپسی کو زیادہ قطعی اور یقینی بنا کر پہلے پیش کر دیا گیا اور جس وقت یہ وحی نازل ہوئی ہے اس وقت اخراج سے پہلے آپ کو یہ خبر دیدی گئی کہ آپ نے ضرور اس شہر میں داخل ہونا ہے، اس لیے جہاں تک نکلنے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں کسی قسم کے تفکر کی اور غم کی ضرورت نہیں۔

دوسرا اس میں حکمت یہ تھی کہ مکہ سے جس حالت میں نکالے جا رہے تھے اس حالت کے متعلق دشمن یہ کہتا تھا کہ یہ صدق کی حالت نہیں ہے، آپ سچائی کی حالت میں نہیں نکالے جا رہے۔ دشمن آپ کو جھوٹا۔ کذاب۔ مفتری اور طرح طرح کے اور نام دیتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے، اس نے خدا پر اپنی طرف سے بات گھڑی ہے۔ مگر مدینہ جس نے آپ کا استقبال کیا اس نے صدق کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ صدق کی گواہی دیتے ہوئے استقبال کیا۔ پس رَبِّ اَدْخِلْنِیْ کا مضمون مدینہ کی نسبت سے یہ ہوگا کہ اے محمد اب تو اس شہر میں داخل ہونیوالا ہے جو تیرے صدق پر گواہ ہوگا اور صدق کے ساتھ تجھے قبول کرے گا اور پھر جب تو نکلے گا تو صدق کے ساتھ ہی نکلے گا اور دوبارہ اس شہر میں داخل ہوگا اور دوبارہ داخلے کا مضمون چونکہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس لیے فتح مکہ کے اوپر اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ کا مضمون صادق آئے گا اور یہ بات بن جائے گی کہ جب تو دوبارہ اس شہر میں داخل ہوگا۔ اس وقت شہر کا ذرہ ذرہ، اس کی اینٹ اینٹ، اس کی ساری فضا گواہی دے رہی ہوگی کہ یہ مرد صادق ہے جو واپس اپنے شہر کو لوٹ کر آیا ہے اور چونکہ یہ ایک پیشگوئی تھی اس لیے اس کے پورا ہونے کے نتیجہ میں از خود ہی آپ کا صدق مکہ میں داخل ہوتے ہوئے ظاہر و باہر ہو جاتا تھا۔ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا کا مطلب ہے اور میرے لیے اپنی جناب سے کوئی ایسے مددگار انصار عطا فرما دے جن کو تو طاقت عطا کرے، غلبہ عطا کرے اور ان کی مدد معنی خیز ہو، کوئی کمزور مددگار نہ ہو بلکہ غالب اور طاقتور مددگار ہو چنانچہ یہ دعا بھی انصار مدینہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے بعینہ اسی طرح قبول فرمائی جیسا کہ سکھائی تھی اور انصار مدینہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کی غالب نصرت کرنے کی توفیق ملی اور انصار نے جو مدد کی ہے وہ اگرچہ بظاہر انصار کی طرف سے ہے مگر مِنْ لَّدُنْکَ کے لفظ نے یہ بتا دیا کہ انصار کی مدد اللہ کے ایماء پر ہے اور اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے بغیر اس مدد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پس بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے مہاجر ساتھی انصار کے ممنون احسان ہونے والے تھے مگر خدا تعالیٰ نے دعا میں مِنْ لَّدُنْکَ کا لفظ رکھ کر یہ خوشخبری بھی ساتھ دیدی کہ تیری ان دعا کے نتیجہ میں وہ مدد کریں گے ان کے دل تبدیل کئے جائیں گے۔ ان کو توفیق عطا کی جائے گی، اس لئے تو یہ نہ سمجھنا کہ کسی انسان کے زیر احسان آ رہا ہے بلکہ دعا کے نتیجہ میں یہ مدد خالصتاً اللہ ہی کی طرف سے ہوگی۔

دوسرا اس دعا کا ایک تعلق عام روز مرہ کے سفروں سے بھی ہے اور قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ قرآنی دعائیں وسیع معانی رکھتی ہیں اور مختلف حالات پر چسپاں ہو سکتی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کی جو دعائیں خاص مواقع سے بھی تعلق رکھتی تھیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ ان کو مختلف ملتے جلتے مواقع پر بھی استعمال کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ پس روز مرہ کے سفروں میں یہ دعا بہت ہی مفید ہے اور میں نے خود اس کا تجربہ کرکے دیکھا ہے اور حیرت انگیز طور پر اس دعا کے نیک اثرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ایک دفعہ میرا خیال تھا کہ اس موضوع پر جماعت سے الگ خطاب کروں کہ دعا کے نتیجہ میں سفروں میں جو حیرت انگیز سہولتیں میسر آتی ہیں وہ اتفاقی حادثات کے نتیجہ میں نہیں ہوتیں بلکہ ایسا مسلسل نصرت الٰہی کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے کہ کوئی معمولی عقل کا انسان بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسمیں غیبی ہاتھ ہے لیکن چونکہ اس سلسلہ مضامین میں اتنے لمبے عرصہ کے لئے ایک دوسرے مضمون کی گنجائش نہیں ہے اس لئے آئندہ کسی وقت انشاء اللہ اس حصہ کو آپ کے سامنے رکھوں گا۔

اس دعا کا ایک اور بہت ہی اہم مفہوم انسان کے مراتب سے تعلق رکھتا ہے۔ انسان ہمیشہ حالتیں بدلتا رہتا ہے۔ ایک حالت سے نکل کر دوسری حالت میں داخل ہوتا ہے۔ یہ حالت بدی سے اچھائی کی طرف بھی حرکت کر سکتی ہے اور اچھائی سے بدی کی طرف بھی حرکت کر سکتی ہے۔ یعنی اس حالت کا بدلنا بدی سے اچھائی کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور اچھائی سے بدی کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے جہاں یہ دعا سکھائی وہاں صدق کا لفظ [illegible] سمجھا دیا کہ یہ دعا کیا کر کہ اے خدا! جب بھی میری حالت تبدیل ہو سچائی کے ساتھ تبدیل ہو۔ اس آیت سے پہلے جو مضمون چل رہا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مراتب کا مضمون ہے اور پہلی آیت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نصیحت فرمائی کہ وَمِنَ الَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کہ اے میرے بندے! راتوں کو اٹھ کر تہجد کے نوافل ادا کیا کر اور خدا کی راہ میں جاگ کر تہجد پڑھا کر۔ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اس کے نتیجہ میں ہرگز بعید نہیں بلکہ قریب ہے کہ تجھے مقام محمود عطا کیا جائے۔

یہاں مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کو نکرہ رکھ کر اس مقام کے بہت ہی عظیم الشان ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا گیا۔ پس اس دعا کے معاً بعد یہ دعا رکھی یعنی اس خوشخبری کے بعد کہ خدا تعالیٰ تجھے بہت ہی عظیم مقام اور مرتبہ عطا فرمانیوالا ہے یہ دعا سکھائی رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ کہ اے خدا جس مقام پر تو مجھے فائز فرمانا چاہتا ہے یا جس پر فائز فرمانے کا تو نے فیصلہ فرمالیا ہے اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ مجھے صدق کیساتھ اسمیں داخل فرما وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور اس مقام پر ٹھہرائے نہ رکھنا بلکہ اس سے آگے بلند تر مقامات کی طرف بھی ہاتھ پکڑ کر لے جانا اور صدق کے ساتھ لے جانا۔ یہاں صدق کے لفظ نے تنزل کی نفی فرما دی۔ چونکہ بعض دفعہ ایک انسان ایک اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کے باوجود اس مرتبہ پر اپنی شامت اعمال کے نتیجہ میں قائم نہیں رہ سکتا جیسا کہ قرآن کریم نے بلعم باعور کی مثال دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسی صلاحیتیں عطا کی تھیں کہ اگر وہ چاہتا یعنی اگر وہ نیک اعمال پر استقامت اختیار کرتا اور خدا کی طرف نعمتیں حاصل کرنا چاہتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان صلاحیتوں کے نتیجہ میں جو

اُسے عطا کی گئی تھیں، اُسے بلند مقام عطا فرما سکتا تھا وَلٰکِنَّہٗٓ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ لیکن وہ بدبخت ایسا نکلا کہ وہ دوبارہ زمین کی طرف جھک گیا پس اُس کا بلند مرتبہ سے نکلنا مُخْرَجَ صِدْقٍ نہیں کہلا سکتا کیونکہ وہ سچائی کی بجائے جھوٹ کے قدم کے ساتھ باہر نکلا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ کامل دعا سکھائی گئی کہ تیرا داخل ہونا بھی صدق کے ساتھ ہو اور تیرا نکلنا بھی صدق کے ساتھ ہو یعنی تنزل کی طرف تُو نہ جائے بلکہ ہمیشہ بلند تر مراتب کی طرف تیرا قدم آگے بڑھتا رہے۔ دوسرا صدق کا معنی یہاں ایسا ہے جسے تمام مومنین کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ بسا اوقات انسان کو اعلیٰ مراتب کی تمنا ہوتی ہے اور اُس تمنا میں خود غرضی بھی داخل ہو جاتی ہے، ریاکاری بھی داخل ہو جاتی ہے اور انسان چاہتا ہے کہ میں بھی نیک شمار کیا جاؤں اور دُنیا کی نظر میں میرا مرتبہ بلند ہو اور مجھے مقام محمود حاصل ہو۔ یعنی دنیا کی نگاہ میں مقام محمود حاصل ہو ایسے لوگوں کو بعض دفعہ ایسے روحانی تجارب سے ملتے جُلتے تجارب ہوتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کے مقرب بن گئے ہیں حالانکہ وہ روحانی تجارب نہیں ہوتے وہ شیطانی تجارب ہوتے ہیں۔ پس ہر وہ شخص جو بلند پروازی کا خواہشمند ہے، جو خدا تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے اس کو یہ دعا بہت ہی باقاعدگی کے ساتھ اور اس کے مضامین میں ڈوب کر کرنی چاہیئے ورنہ اُس کا قدم قدمِ صدق نہیں رہے گا۔

پس رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا مجھے جو بھی بلند مرتبہ عطا فرما وہ سچائی کے ساتھ ہو اس میں میرے دل کی نفسانی خواہشات کا کوئی بھی دخل نہ ہو اُس میں میرے جھوٹ کا کوئی دخل نہ ہو۔ وہ خالصۃً سچائی کا قدم ہو جو ترقیوں کی طرف اُٹھنے والا ہو اور تیری رضا اُسے حاصل رہے اور اسی طرح جب میں اُس مقام سے نکال کر ایک بلند تر مقام کی طرف لے جایا جاؤں تو تب بھی میری ادنیٰ تمناؤں کا اُس میں کوئی دخل نہ ہو بلکہ ارفع و اعلیٰ مقاصد کے لئے تجھ سے ہی مدد مانگتے ہوئے میں آگے بڑھنے والا بنوں۔ پس یہ دُعا بہت ہی کامل، جامع اور مانع دُعا ہے۔ زندگی کے مختلف مراحل پہ، مختلف حالات پر چسپاں ہوتی ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، روزمرہ کے سفروں کے سوا دُنیا کے ہر سفر پر جو ظاہری ہو یا روحانی ہو اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی دنیا کے کاروبار میں جہاں انسان بعض ملازمتیں مثلاً کرتا ہے اور ترقیات پاتا ہے اُس وقت بھی یہ دُعا کام آ سکتی ہے ورنہ بعض لوگ ترقی پاتے ہیں اور پھر ذلت کے ساتھ نکالے جاتے ہیں تو پیشتر اس سے کہ وہ ترقی حاصل کریں اگر اس دُعا کو وہ اپنی حرزِ جان بنا چکے ہوں اور ہمیشہ اس دُعا کی طرف اُن کی توجہ رہے تو زندگی کا جو بھی مرحلہ پیش آئے گا، جس میں ایک حالت دوسری حالت میں تبدیل ہوتی ہے یہ دُعا اُن کے کام آئے گی۔

اب وہ چند دُعائیں جو اس کے بعد قرآن میں بیان ہوئی ہیں وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعا اور آپ کی زندگی کے ایمان افروز حالات :-

اب حضرت ایوب کی اس دُعا کی طرف آتا ہوں، سورۂ انبیاء آیت ۸۴ میں اس کا ذکر ہے۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اور یاد کرو۔ ایوب کو کہ جب اُس نے بڑے زور سے اپنے رب کو پکارا کر اے خدا مجھے تو بہت ہی دکھ پہنچ چکا ہے وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اور میں جانتا ہوں کہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر تو رحم کرنے والا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت ایوب کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مختصراً ذکر کرتا ہوں اور آپ کا تعارف بھی کرواتا ہوں، کیونکہ بہت سے لوگ حضرت ایوب کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔ حضرت ایوب، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پندرہ سو سال کے لگ بھگ پہلے پیدا ہوئے۔ ۱۵۵۰ کے قریب بیان کیا جاتا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو سو سال پہلے۔ آپ کی شخصیت کے متعلق اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بعضوں کے نزدیک آپ بنی اسرائیلی نبی تھے اور بعضوں کے نزدیک آپ باہر کے کوئی نبی تھے جن کا ذکر وہاں ملتا ہے۔ مسلمان مفسرین نے آپ کو شام کے علاقے میں پیدا ہونے والا بتایا ہے اور بائیبل میں مقام کا ذکر ہے لیکن اس کا مجھے صحیح پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کس علاقے کا شہر ہے جس کی طرف آپ کو نسبت دی گئی ہے غالباً عوز لفظ ہے جس کے متعلق میں ابھی تحقیق نہیں کر سکا کہ وہ کونسا علاقہ بتایا جاتا ہے۔ بہرحال جہاں تک بائیبل کی روایات کا تعلق ہے اُن کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ حضرت ایوب کو خدا تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں، دُنیاوی اموال بھی، ریوڑ، گلّے، ہر قسم کے جانور، بیوی بچے، بہت ہی خوشحالی عطا فرمائی اور اُس وقت علاقے کے امیر ترین انسانوں میں سے تھے اور بہت ہی فیاض اور خدمت کرنے والے انسان تھے۔ شیطان کو آپ پر حسد ہوا اور شیطان نے خدا تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے یہ کہا کہ ایوب جو تیرا بندہ ہے تُو اُس پہ نازاں ہے کہ بڑی عبادت کرنے والا اور ان سب نعمتوں کے باوجود تجھے نہ بھلانے والا ہے لیکن اسے آزمائش میں ڈال کر دیکھ پھر پتہ چلے گا، چنانچہ اُس کے اموال تباہ کر دے، پھر میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے تیرا بندہ رہتا ہے اس پہ خدا تعالیٰ نے اسے کہا کہ ہاں اموال پہ تجھے تصرف دیا جاتا ہے اور حضرت ایوب کے تمام اموال تباہ ہو گئے۔ پھر اُس نے اولاد کا طعنہ دیا کہ اولاد تو اچھی ہے۔ دُنیا کے جانور اور دولتوں کی بعضوں کو پرواہ نہیں ہوتی، اولاد کا صدمہ برداشت نہیں کر سکتے پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کی اولاد کو پہلے جلاوطن کروا دیا۔ پھر مروا دیا اور اولاد ضائع ہو گئی۔ پھر شیطان نے کہا کہ اس کے بدن پر اور پہ مجھے تصرف دیا جائے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ اگر بدن کی آزمائش بھی چاہتے ہو تو یہ بھی کر کے دیکھ لو چنانچہ آپ کے بدن کو ایسی بیماری لگ گئی کہ بائیبل کے بیان کے مطابق جسم میں ناسور ہو گئے اور نہایت ہی مکروہ قسم کی بیماری تھی جس سے لوگ بھی کراہت کرکے پناہ مانگتے تھے اور دور بھاگتے تھے اور جسم میں کیڑے پڑ گئے اور لوگوں نے آپ کو نکال کر بستی سے باہر کر دیا تب بھی حضرت ایوب صابر و شاکر رہے اور خدا کے ساتھ وفا میں کوئی کمی نہ آئی۔ تب شیطان نے خدا سے کہا کہ بیوی تو ابھی تک ساتھ ہے اور وہ وفادار ہے، بیوی کی طرف سے بھی اس کو کچھ صدمہ پہنچے تو بیوی کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے شیطان کی چال میں آ کر یا کہانی یوں بیان کی گئی ہے کہ شیطان نے خود ہی سوچا کہ جس طرح میں نے حوا کو گمراہ کیا تھا میں اس کی بیوی کو بھی گمراہ کروں تاکہ یہ بھی ساتھ نہ رہے پھر میں دیکھوں گا کہ اس کا صبر ٹوٹتا ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اُس نے بیوی کو یہ کہا کہ بچھڑا یا کوئی جانور میرے نام پر ذبح کرو تو تمہارا خاوند اچھا ہو جائیگا گویا شرک کی تعلیم دی اور بیوی اس پر اس حد تک آمادہ ہو گئی کہ اُس نے حضرت ایوب سے اس کا ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ تو اب خدا کو چھوڑ۔ کہاں تک صبر کرے گا۔ اُس سے توبہ مانگ اور اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر۔ حضرت ایوب اس پر ناراض ہوئے اور عہد کیا کہ اگر میں اچھا ہو جاؤں گا تو اس کو سو کوڑے ماروں گا۔ اس شرک میں مبتلا ہونے کے نتیجہ میں یعنی بطور سزا اس کو میں سو کوڑے ماروں گا۔ اس پہ بیوی چھوڑ کر چلی گئی اور اکیلے رہ گئے۔ تب بھی حضرت ایوب ثابت قدم رہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ یہ تیری آزمائش کا دور تھا، تو اس پر پورا اُترا ہے اور جو کچھ تیرے نقصانات تھے وہ سب پورے ہو جائیں گے اور اب تُو پہلی حالتوں کی طرف بلکہ اُن سے بھی بہتر حالتوں کی طرف لوٹایا جائے گا۔ پھر بیوی بھی ملتی ہے۔ پھر اولاد بھی آ جاتی ہے پھر اور جو شہر کے لوگ نکالنے والے تھے اُن کے اندر بھی ندامت پیدا ہوتی ہے گویا کہ انجام اس واقعہ کا یہ ہے کہ حضرت ایوب دوبارہ اپنی صحت کی طرف بھی لوٹ آتے ہیں پرانی شان

اور اُن بال کی طرف بھی لوٹ آتے ہیں سب چھوٹے ہوئے، روٹھے ہوئے ساتھی واپس آجاتے ہیں، یہ ہے خلاصہ۔ اکثر مفسرین نے بھی کم و بیش یہی مضمون بیان کیا ہے لیکن بعض تبدیلیوں کے ساتھ۔ اور بائیبل نے یہ لکھا ہے کہ شیطان فرشتوں کے گروہ میں شامل ہو کر خدا کے حضور میں پیش ہوا اور اس طرح خدا سے اُس نے گویا فرشتہ بن کر باتیں کیں اور یہ سارا قصہ اس کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔ مفسرین نے اس کو قبول نہیں کیا اور اسی کو نیا رنگ یہ دیدیا ہے کہ اُس زمانہ میں یعنی کہ حضرت ایوب کے زمانے میں شیطان بعض دفعہ فرشتوں اور نبیوں کے درمیان باتیں سُن لیا کرتا تھا، مچان لگا کر بیٹھا رہتا تھا اور وہ باتیں سُن لیا کرتا تھا تو ایک دفعہ فرشتوں کی اور حضرت ایوب کی باتیں ہو رہی تھیں اور بڑی اُن کی تعریف ہو رہی تھی اور اُنہوں نے خدا سے بھی عرض کیا کہ دیکھو کیسا نعمتوں والا بندہ ہے اور پھر اس کے باوجود عبادت کرتا ہے تو اس پر شیطان کو پتہ چل گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے چنانچہ اُس نے پھر یہ شرارت شروع کی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تفسیر کبیر میں ذکر کیا ہے کہ اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہریش چندر ایک ہندو بزرگ کا بھی بیان کیا جاتا ہے جن کے متعلق یہ آتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح الہام یافتہ تھے جس طرح حضرت ایوب کے ذکر ملتا جلتا ہے مگر وہاں شیطان کی بجائے بعض دیوتاؤں کو حسد پیدا ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے تو تفصیل سے ذکر نہیں کیا مگر میں نے پھر ان روایات کو مختلف تاریخی حوالوں سے دیکھا ہے۔

ہریش چندر کے متعلق مختلف روایات ملی ہیں لیکن خلاصہ مختصراً یہی ہے کہ وہاں دیوتاؤں کو اُس پر رشک آیا اور اُنہوں نے ہندو میتھالوجی کے مطابق سب سے بڑے خدا سے یہ کہا کہ ہمیں موقع دیں ہم اس کو آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ چنانچہ ایک دیوتا انسان کے رُوپ میں گیا، اُس نے ہریش چندر سے کہا: سُنا ہے کہ تو بڑا سخی داتا ہے۔ کیا میری استدعا کو قبول کرے گا؟ اُس نے کہا ہاں جو مانگے گا میں دوں گا اور ہریش چندر کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ حد سے زیادہ وعدے کا پختہ ہے اور جو ایک دفعہ قول و قرار دے بیٹھے اُس سے پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تو اس طرح پختہ قول لینے کے بعد اُس نے کہا کہ اپنا سب کچھ مجھے دیدو۔ تمام جائیداد، دولتیں، اموال، گھر جو کچھ تیرا ہے سب کچھ دیدے اور ہریش چندر نے دیدیا اُس کے بعد اُس نے کہا کہ تُو نے سب کچھ تو نہ دیا۔ ابھی تیرے بچے، بیوی، تُو خود ہے اور تیرا جسم ہے، اس کا کیا ہوگا۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ اِن سب کو وہ بیچ دیں اور ایک شودر نے جو ہندو caste system کے مطابق سب سے ذلیل قسم کی ذات ہے آپ کو خرید لیا اور پھر وہ مشقتوں کا دَور ہوا اور بہت ہی سخت تکلیفیں ہوئیں۔ مصائب درپیش ہوئے۔ تو ملتی جلتی کہانی ہے۔

حضرت مصلح موعود کا یہ رجحان ہے کہ چونکہ زمانہ بھی کم و بیش ایک ہی ہے اس لئے بعید نہیں کہ حضرت ایوب ہی ایک ہندی نبی ہوں اور (جیسا کہ پہلے بھی میں نے بیان کیا ہے کہ بعض محققین کے نزدیک وہ اسرائیلی نہیں تھے)

اس ہندی نبی کی روایات وہاں پہنچی ہوں اور ان کو بائیبل کا حصہ بنا دیا گیا ہو۔

اِس پس منظر میں اب میں قرآن کریم کی وہ دُعا آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو سکھائی اور وہ یہ تھی وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ یہاں اَرحم الرّاحمین پر دُعا کو ختم کیا گیا ہے کہ تُو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ایوب کی حالت کے متعلق جو تفاصیل ہیں وہ ہمیں قرآن کریم میں نہیں ملتیں لیکن جتنے بھی اشارے ملتے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو بہت ہی تکلیفیں پہنچیں اور جسمانی عوارض بھی بہت لاحق ہوئے اور یہاں تک کہ آپ کو اپنا مُلک چھوڑ کر بھی جانا پڑا چنانچہ بتفصیل تفصیلی کے ساتھ تو ذکر نہیں مگر یہ ضرور ملتا ہے کہ کچھ کچھ واقعات جیسا کہ بیان کئے گئے ہیں ویسے ہی آپ کو کچھ ضرور پیش آئے یہاں تک کہ سب نے آپ کو چھوڑ دیا۔

اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ کا مطلب ہے کہ اے خدا میری تو یہ حالت پہنچ گئی کہ دُنیا کے جتنے رحم کرنے والے ہو سکتے ہیں وہ تو منہ موڑ کر چلے گئے۔ میری بیوی نہ رہی، میرے بچے نہ رہے، میرے شہر والے نہ رہے، جو ایمان لائے تھے اُنہوں نے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اب میں اکیلا اپنے وطن سے نکلا ہوا ہوں، تو مجھے بتا کہ میں کیا کروں۔ لیکن اِن سب باتوں کے باوجود میں مایوس نہیں، تُو ارحم الرّاحمین ہے۔ جس پر کوئی اور رحم کرنیوالا نہ ہو اُس پر تو رحم فرماتا ہے۔ اس دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ کہ ہم نے اس دردناک پکار کو سُنا اور قبول کیا۔ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ اور اُن سب تکلیفوں کو کھول دیا اور تبدیل کر دیا جو اُسے لاحق تھیں وَ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ ہم نے اس کے اہل بھی اُسے واپس لوٹا دیئے اور اُس جیسے اور بھی بہت سے گھر عطا کئے جو اپنا سمجھتے ہوئے اُن کے خاندان کی طرح ہی ہو گئے یعنی ایسی اُن سے محبت کرنیوالے خاندان عطا کئے جو اپنوں سے الگ شمار نہیں کئے جا سکتے تھے۔ جس طرح بعض دفعہ انسانی تعلقات میں بعض خاندانوں میں ایسی محبت ہو جاتی ہے ایسا ملنا جلنا اور قرب کا تعلق ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی گھر کے افراد دکھائی دیتے ہیں۔ پس مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ میں یہ بھی خوشخبری دی گئی کہ ایک گھر تجھ سے چھٹا تھا، تجھے اور بھی بہت سے گھر ہم عطا کریں گے۔ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا یہ خالصتاً ہماری طرف سے رحمت کے طور پر ہوگا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ اور جو عبادت کرنیوالے ہیں اُن کیلئے یہ ہمیشہ کے لئے نصیحت ہوگی کہ جس قسم کے بھی ابتلاء درپیش ہوں مایوس نہیں ہونا چاہیئے اگر صبر کے ساتھ عبادت پر قائم رہتے ہوئے صرف خدا کی ہی طرف جھکو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ تمہارے دُکھوں کو دُور فرما دے گا اور ہر تکلیف کو راحت میں تبدیل فرما دے گا۔

حضرت یونسؑ کی دُعا اور آپ کے واقعہ کی صحیح قرآنی تفسیر

ایک اور دُعا جو اس کے بعد مذکور ہے، حضرت یونس علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی دُعا ہے وہ یہ ہے کہ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور صاحب نون کی اُس حالت کو یاد کرو اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا جبکہ وہ بہت سخت خفا ہوئے ہوئے دل کے ساتھ جب اُس کا دل بہت ناراض اور تنگی محسوس کر رہا تھا ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ کی طرف گیا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ اور اُس نے گمان کیا کہ گویا ہم اُس پر غالب نہیں آئیں گے یا اُس کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کریں گے۔

نَّقْدِرَ عَلَیْهِ کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی کے خلاف فیصلہ کرنا اور ایک یہ مطلب بھی ہے کہ کسی پر غلبہ پالینا۔ تو دونوں مفہوم کچھ نہ کچھ اس صورتحال پر اطلاق پاتے ہیں فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ تب اُس نے اندھیروں میں یہ دُعا کی اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اے میرے خدا تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے سُبْحٰنَكَ

تو بہت پاک ہے اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ میں بہت ہی ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔ میں اپنی خطاؤں کا اقرار کرتا ہوں اس لئے تو ہی ہے جو مجھے اس ظلم کی حالت سے نجات بخشے۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ہم نے پھر اُس کی اس دعا کو سن لیا اور شدید غم سے اُس کو رہائی بخشی وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور اسی طرح ہم مومنوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

حضرت یونسؑ کے متعلق بھی تاریخ میں اختلافات پائے جاتے ہیں اور ضرورت ہے کہ ان کے پس منظر سے متعلق بھی چند الفاظ بیان کئے جائیں۔ حضرت یونس کے متعلق بائیبل نے جو واقعات بیان کئے ہیں وہ قرآن کریم سے مختلف ہیں اور ان کی ترتیب بھی بدلی ہوئی ہے اور بائیبل کے بیان کے مطابق حضرت یونس کا جو واقعہ ہے ایک ایسی جگہ پیش آیا جسے یافا کہتے ہیں۔ یافا فلسطین کے مغربی ساحل پر ایک بندرگاہ ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یافا سے آپ نے وہ جہاز پکڑا تھا یا سمندری کشتی پکڑی تھی جس میں سے بالآخر آپ کو پھینکا گیا۔ یہ یافا اُس مقام سے جو نینوا کا مقام ہے جسے حضرت یونس کی بستی قرار دیا جاتا ہے اگر سیدھا کوّے کی اڑان اڑا جائے تو پانچسو سے زائد میل دور ہے۔ نینوا جس کے متعلق عام طور پر مفسرین کا خیال ہے کہ نینوا وہ بستی تھی جہاں حضرت یونس کو بھجوایا گیا تھا وہ موصل میں واقع ہے جو عراق کے شمال میں آجکل کردوں کا علاقہ ہے، اُس زمانے میں جس زمانے کی یہ بات ہے وہاں اسیریینز کی حکومت تھی۔ حضرت یونس کا زمانہ آٹھ سو سال قبل مسیح بیان کیا جاتا ہے لیکن مختصراً اب میں بائیبل کے متعلق بتاتا ہوں کہ بائیبل کیا کہتی ہے۔ پھر میں قرآن کریم کی طرف آؤں گا کہ قرآن کریم کیا بیان فرماتا ہے۔ بائیبل کے نزدیک حضرت یونس جن کو جونا یا یونا کہا جاتا ہے اور ان کے نام کی ایک کتاب بھی بائیبل میں ہے۔ اُن کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو نینوا بستی کو جاکر ڈرا کہ اگر وہ توبہ نہیں کرے گی تو ہلاک کردی جائے گی۔ حضرت یونس نینوا جانے کی بجائے یافا چلے گئے اور یافا جاکر آپ نے وہ کشتی پکڑ لی جس میں سے بالآخر آپ کو قرعہ اندازی کے بعد باہر پھینک دیا گیا اور مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔

اوّل تو یہ بات قرینِ قیاس نہیں یعنی ایک مومن جس نے قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہو اور انبیاء کی عظمت کا تعارف قرآن کریم سے حاصل ہوا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ سوچ نہیں سکتا کہ خدا ایک نبی کو مشرقی علاقہ میں کسی شہر میں جانے کا حکم دے اور وہ اُس طرف پیٹھ کرکے مغرب کی طرف روانہ ہو جائے اور خدا کے حکم کا انکار کرکے کسی اور جگہ کا رخت سفر باندھے، کسی اور جگہ کی تیاری کرلے۔ یہ تو شانِ نبوّت کے بالکل خلاف بات ہے۔ سوچا نہیں جا سکتا کہ کوئی نبی ایسی کھلی کھلی خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ دوسرے وہ زمانہ وہ ہے جبکہ اسیریا کی عراق کے شمالی علاقہ میں بہت ہی زبردست حکومت تھی اور یہ وہی زمانہ ہے جس میں اسیریینز نے سب سے پہلے حملہ کرکے بنی اسرائیل کی حکومت کو پارہ پارہ کیا تھا۔ پس تاریخی نقطۂ نگاہ سے ناممکن دکھائی دیتا ہے کہ اُس زمانے میں فلسطین کے کسی باشندے کو خدا تعالیٰ یہ حکم دے کر (پانچسو میل تو سیدھا رستہ ہے ویسے زمینی سفر کا جو رستہ ہے وہ بہت لمبا بنتا ہے) اتنا لمبا رستہ طے کرکے تم نینوا جاؤ اور وہاں جاکر اُن کو دھمکاؤ۔ ایسی یہ قرینِ قیاس بات دکھائی نہیں دیتی۔ دوسرے یہ کہ نینوا بستی کے متعلق اُس زمانے کی ایسی کوئی شہادت نہیں ہے کہ وہاں کسی نبی نے بھی کسی قسم کی منادی کی ہو اور اُس کے نتیجے میں ساری بستی ایمان لے آئی ہو۔

پس بائیبل کا قصہ کئی لحاظ سے قابلِ قبول نہیں ہے۔ دوسرے بائیبل نے جو واقعات کی ترتیب بیان کی ہے وہ بھی عجیب و غریب ہے۔ بائیبل کے مطابق حضرت یونس نے خدا کا انکار کرتے ہوئے نینوا کی طرف جانے کی بجائے یافا سے کشتی پکڑی اور کسی اور جگہ کا رُخ اختیار کیا۔ سمندر میں طوفان آگیا اور جب کشتی ڈوبنے کے قریب ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ ہم میں کوئی گنہگار ایسا ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے لگا ہے۔ اُس وقت حضرت یونس نے اقرار کرلیا اور کہا کہ میں ہی وہ ہوں جس کی وجہ سے تم سب کی شامت آگئی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم مجھے کشتی سے باہر پھینک دو۔ چنانچہ اُن کو کشتی سے باہر پھینک دیا گیا، وہاں ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور بائیبل کے بیان کے مطابق تین دن اور تین رات مسلسل آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ پھر مچھلی نے آپ کو کسی جگہ اُگلا۔ وہاں سے پھر آپ واپس نینوا گئے اور اس طرح بالآخر خدا کی بات پوری کی۔ نینوا جانے کے بعد بھی آپ نے حقیقت میں سچی توبہ نہیں کی بلکہ نینوا والوں کو پیغام دیتے ہوئے یہ بھی کہتے تھے کہ مجھے پتہ ہے کہ ان لوگوں نے توبہ کرلینی ہے اور خدا نے معاف کردینا ہے اور خواہ مخواہ میں بے عزت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ جب نینوا کو اللہ تعالیٰ نے تباہ نہیں فرمایا اور نینوا کے باشندوں نے توبہ کرلی تو حضرت یونس خدا تعالیٰ سے رُوٹھ کر وہاں سے پھر جنگل کی طرف چلے گئے۔ وہاں بائیبل کے بیان کے مطابق خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے ایک پھلدار درخت اُگایا، جس کی چھاؤں میں آپ نے امان حاصل کی لیکن پھر ایک کیڑا بھیج دیا جس نے اُس کی جڑیں کھالیں اور وہ درخت کھوکھلا ہوکر زمین پر جا پڑا تب حضرت یونس نے ایک اور شکوہ کیا کہ یہ کیا واقعہ ہوگیا کہ ایک چھاؤں تھوڑی سی تھی اُس سے بھی میں محروم رہ گیا اللہ تعالیٰ نے پھر اُن کو کہا کہ یہ درخت تو نے نہیں لگایا تھا اور اس ایک درخت کے مرنے پر تجھے اتنا افسوس۔ یہ جس کے لگانے میں تیری محنت کا کوئی دخل نہیں اور مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ لاکھ سے زائد بندے جو میں نے پیدا کئے اُن کو آناً فاناً تباہ کردوں۔ تب حضرت یونس کو یا یونا کو نصیحت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم اس سے بالکل مختلف روایت بیان فرماتا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ قرآن کریم میں نینوا بستی کا کوئی ذکر نہیں اور مفسرین نے بائیبل کو پڑھ کر اندازہ لگایا ہے کہ بستی نینوا ہی ہوگی بعضوں کا خیال ہے ذوالنون یعنی نون والا جو کہا گیا ہے اس سے نینوا بستی والا مراد ہے حالانکہ نون، مچھلی کو کہتے ہیں اور صاحب حوت بھی آپ کو قرار دیا گیا ہے اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ نینوا کا کوئی ذکر نہیں۔ دوسرے ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اگر نینوا سے ناراض ہوکر آپ واپس جائیں تو سات آٹھ سو میل دور جاکر یافا کی بندرگاہ سے کیوں جہاز پکڑیں۔ آپ کے ساتھ ہی دریائے دجلہ تھا نینوا کی بستی دریائے دجلہ کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ وہاں سے کشتی لے کر آپ جو بھی سفر اختیار کرنا چاہتے اختیار کر سکتے تھے اس لئے یہ بات بھی قرینِ قیاس نہیں ہے۔ پس بائیبل کے بیان کے برعکس قرآن کریم نے اوّل تو اُس بستی کا ذکر نہیں فرمایا دوسرے جو واقعہ بیان فرمایا ہے وہ بہت ہی معقول اور مربوط ہے اور اس میں کسی قسم کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ خصوصیت کے ساتھ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے آپ کے تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ یہ فرمایا ہے کہ مچھلی نے آپ کو نگلا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ نے اُس تکلیف اور دُکھ کی حالت میں یہ دُعا کی ہے اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ مچھلی نے اُگل دیا، لیکن یہ کہیں ذکر نہیں کہ تین دن اور تین رات آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے، پس یہ زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ آپ کچھ عرصہ کے لئے وہاں رہے ہوں۔

اس بات کی وضاحت کی اس لئے خصوصیت سے ضرورت پیش آئی ہے کہ عموماً احمدی، عیسائیوں کے ساتھ گفت و شنید کرتے وقت اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جیسا کہ حضرت یونس تین دن اور تین رات، مچھلی کے پیٹ میں رہے اور زندہ رہے اور زندہ حالت ہی میں باہر نکالے گئے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تین دن کی آزمائش کے بعد جس میں چند گھنٹے صلیب پر لٹکنا اور بقیہ عرصہ ایک قبر نما جگہ میں رہنا ہے، آپ زندہ وہاں سے باہر نکلے تو میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے جس بات کا ذکر نہیں کیا وہ حکمت سے خالی نہیں۔ تین دن کا بائیبل میں جو ذکر ہے وہ یقیناً غلط ہے۔ تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں کوئی چیز خدا کے قانون کے مطابق زندہ نہیں رہ سکتی اور اس عرصے میں ہڈیاں گل سڑ کے ختم ہو چکی ہوتی ہیں۔ یعنی ہر قسم کا گوشت گل سڑ کے ختم ہو جاتا ہے صرف ہڈیوں کا پنجر باقی رہ جاتا ہے اور اس کے علاوہ دم گھٹنا اور تیزابی حالتیں یہ تو سوچنے والی بات ہی نہیں ہے۔ پس قرآن کریم نے تین دن کا جو ذکر نہیں کیا وہ حکمت سے خالی بات نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی نے نگلا ہے اور اس کیفیت میں حضرت یونس نے بے اختیار یہ دردناک دُعا کی ہے کہ اے خدا میں کن ظلمات میں پھنس گیا ہوں۔ یہ میری اپنی ہی ظلمات ہیں، اپنے گناہوں کی ظلمتیں ہیں اور میں اب تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دے۔ میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں تو اُسی وقت قرآن کریم کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی نے اُلگائی لی ہے اور حضرت یونس کو اُگل دیا ہے اور یہ اتنی سی دیر ہوگی کہ سمندر کے اتنے پانی میں جہاں وہ بڑی مچھلی آجاتی ہے صرف اُس سے ساحل تک پہنچتے پہنچتے کا عرصہ ہے، کیونکہ آپ کو ساحل کے اوپر اُگلا گیا ہے۔ پھر آپ نے وہاں چند دن ایک بیل کے سایہ میں گزارے۔ اسی بیل کا پھل کھایا جس نے آپ کو شفاء بھی بخشی اور کچھ توانائی بھی دی اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ نے ہجرت کے بعد نبوت کا عرصہ شروع کیا۔

پس خلاصہ جو قرآن کریم کی رُو سے بنتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت یونس نبی نینوا یا کسی ایک بستی میں جس کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے خدا کا پیغام لے کر گئے اور بستی والوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ اگر اس بستی نے توبہ نہ کی اور استغفار سے کام نہ لیا تو اس عرصے کے اندر اندر یہ ہلاک ہو جائے گی جیسا کہ دیگر انبیاء کی تاریخ ہے۔ پتہ چلتا ہے اس اطلاع کے بعد حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے ہجرت کر کے کچھ فاصلے پر جا کر ٹھہر گئے اور آنے والوں سے اُس بستی کا حال پوچھتے رہے، یہاں تک کہ مقررہ وقت گزر گیا۔ حضرت یونسؑ کو یہ علم نہیں تھا کہ اس عرصے میں اُس بستی نے نہ صرف توبہ کی بلکہ ایسے دردناک طریق پر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی کہ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ خدا ایسی التجاؤں کو رد نہیں فرمایا کرتا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے، لیکن یہ قرآن کریم کا بیان نہیں۔ یہ روایات کا اور بائیبل کا بیان ہے کہ بستی کے لوگوں نے حضرت یونسؑ کے نکل جانے کے بعد یہ خیال کیا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے، یہ خدا کا نیک بندہ تھا اس کی باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ اس لئے نجات کی صرف یہ راہ ہے کہ ہم سارے اس شہر کو چھوڑ کر باہر میدان میں نکل جائیں اور خدا کے حضور سخت گریہ و زاری کریں اور گریہ و زاری کا اثر بڑھانے کے لئے اور لوگوں کے دلوں میں درد پیدا کرنے کے لئے انہوں نے یہ ترکیب کی کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلایا اور بکریوں کے بچوں کو بھی تھنوں سے جدا رکھا گیا اور باہر میدان میں جب اس حالت میں گئے تو بچوں کے رونے اور چلّانے

اور جانوروں کے، جو بھوکے تھے اور پیاسے تھے، شور مچانے کے نتیجے میں ایک کہرام مچ گیا اور ایسی دردناک حالت ہوئی کہ وہ سارا بڑا میدان جس میں ایک لاکھ کے لگ بھگ شہر کے لوگ بڑے چھوٹے موجود تھے، قیامت کا نمونہ بن گیا اور اس طرح وہ روئے اور چلّائے کہ جیسے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اور وہ تڑپتے ہیں۔ تو چنانچہ خدا تعالیٰ کو اس حالت پر رحم آگیا اور خدا نے اپنے وعدے کو ٹال دیا چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ کاش باقی لوگ بھی جن کو خدا کے انبیاء نے ڈرایا یونس کی قوم کی طرح ہوتے۔ وہ گریہ و زاری کرتے، وہ توبہ و استغفار کرتے، ہم اُن کو بھی بخش دیتے اور اُن کا دُنیا میں نفع کی حالت میں رہنا لمبا کر دیا جاتا۔ یعنی اچھی حالتیں اُن کی لمبی کر دی جاتیں اور اُن کو خدا کا عذاب نہ پکڑ لیتا۔

تو یہ وہ واقعہ ہے، حضرت یونس چونکہ اس بات سے بے خبر تھے جب وقتِ معیّنہ گزر گیا اور ایک دیہاتی جو اس شہر سے آرہا تھا اس سے حضرت یونس نے پوچھا کہ کیوں جی بتاؤ اُس بستی کا کیا حال ہے؟ تو اُس نے کہا وہ ٹھیک ٹھاک ہے، بس رہے ہیں۔ اس پر حضرت یونس اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میرے ذریعے اُن کو یہ وعید دیا تھا کہ تم ہلاک کئے جاؤ گے اور ہلاک نہیں کیا۔ تو شرم کے مارے وہ بستی کو نہیں لوٹے۔ قرآن کریم اس کے بعد کے واقعات کو بہت ہی لطیف انداز میں بیان فرماتا ہے۔ فرماتا ہے وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ یاد رکھو یونس مرسلین میں سے تھا۔ اس گواہی کے ساتھ اس کہانی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے متعلق ایسی بات نہ کہہ دینا جو مرسلین کی شان کے خلاف ہے۔ اس کے متعلق یہ نہ خیال کر لینا کہ خدا نے اس کو حکم دیا کہ تو فلاں جگہ جا اور وہ نافرمانی کرتے ہوئے کسی اور جگہ کی طرف چل پڑا تو مرسل وہ بہرحال تھا۔ مرسلین سے بھی بعض دفعہ کچھ غفلتیں ہو جاتی ہیں۔ عام انسان اس سے سینکڑوں گنا بڑی غفلتیں کرتا ہے اور پکڑا نہیں جاتا۔ کیونکہ اُس کے معیار کے مطابق وہ گناہ نہیں بنتا لیکن جتنا بلند مقام ہو اتنا ہی داغ نمایاں ہوتا ہے اور معمولی داغ بھی سفید کپڑے پر پڑا ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ پس یہ مضمون ہے جس کی طرف قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے۔ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ کہ یونس بہرحال مرسلین میں سے تھا۔ خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔ جس کو خدا نے اپنا پیامبر بنا کر بھیجا تھا۔ اس لئے جو کچھ بھی اس سے غلطی ہوئی وہ مرسلین میں پھر بھی رہے گا اور سننے والوں پر یہ واجب ہے کہ وہ ادب کے تقاضوں کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ جب وہ بھاگتا ہوا ایک بھرے ہوئے جہاز میں داخل ہوا۔ اَبَقَ کا مطلب ہے جیسے گاڑی چھوٹتی ہوئی آپ دیکھتے ہیں تو دوڑ کے پکڑتے ہیں گاڑی یا جہاز کی سیٹیاں بج چکی ہیں، رخصت ہونے والا ہے تو آپ تیزی سے آگے جاتے ہیں کہ میں رہ نہ جاؤں تو فرمایا کہ وہ جہاز پہلے ہی بھرا ہوا تھا اور چل رہا تھا۔ حضرت یونس نے دیکھا تو دوڑ کر اُس کو پکڑا۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ۔ قرعہ حضرت یونس نے ڈالا۔ اقرار وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ اپنے گناہوں کا ان کے سامنے اقرار کیا۔ معلوم ہوتا ہے جہاز ڈولا ہے، پہلے ہی بھرا ہوا تھا، طوفان آگیا ہے، لوگ ڈر گئے تو یہ فیصلہ ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے اور جہاز کا لفظ تو اس پر اطلاق ہی نہیں کرتا۔ اس زمانے کے لحاظ سے جہاز کہلاتا ہوگا لیکن ایک عام کشتی تھی ورنہ جہاز سے ایک آدمی کے پھینک دینے سے تو کوئی فرق نہیں پڑا کرتا۔ اتنی بڑی کشتی تھی، اس سے بڑی نہیں تھی کہ اگر اس میں سے ایک آدمی بھی باہر پھینک دیا جائے تو اس کے نہ ڈوبنے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔ بچ جانے کے امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ خدا کی شان ہے کہ حضرت یونس سے قرعہ ڈلوایا گیا۔

اور اس میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ پہلے ہی چونکہ بہت سے مسافر بھرے ہوئے تھے، حضرت یونس چونکہ بعد میں آئے تھے، اگر کوئی اور قرعہ ڈالتا تو حضرت یونس کو یہ شک پڑ سکتا تھا کہ مجھے انہوں نے نکالنا ہی تھا بہانہ بنالیا ہے، اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو بتانے کے لئے کہ میری تقدیر کام کر رہی ہے اس میں کسی بندے کی سازش کا دخل نہیں ہے ایسا انتظام کیا کہ کشتی والوں نے آپ ہی کو کہا کہ آپ قرعہ ڈالیں چنانچہ جب قرعہ نکالا تو آپ کا اپنا نام نکلا اور مُدْحَضِیْن یعنی سمندر میں پھینکے ہوؤں میں سے وہ ہوگیا۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔ اس حالت میں مچھلی نے اُسے نگلا کہ وَهُوَ مُلِيْمٌ کہ وہ ملامت کرنے والا تھا۔ یعنی اپنے نفس پر ملامت کرنے والا تھا ملامت زدہ تھا، فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ پس اگر ایسا ہوتا کہ اس سے پہلے وہ خدا کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ تو یونس مچھلی کے پیٹ میں اس وقت تک رہتا کہ جس وقت دوبارہ انسانوں کو حشر کے دن اٹھایا جائے گا۔

ان آیات میں اگر آپ ذرا سا مزید غور کریں تو حضرت یونس کے ساتھ جو واقعات پہلے گذر چکے تھے ان کا بڑے لطیف رنگ میں ذکر موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ہمیں بتایا کہ خدا تعالیٰ جب اپنے بندوں کو سبق دیتا ہے تو نہایت ہی لطیف رنگ میں ان غلطیوں سے مناسبت رکھتے ہوئے سبق دیتا ہے جو ان سے پہلے ہو چکی ہوئی ہوتی ہیں۔ اب یاد کریں کہ حضرت یونس نے ایک بھرے ہوئے شہر کو چھوڑا تھا۔ وہ بھرا ہوا شہر ایسا تھا کہ جو اپنے گناہوں کے باعث ہلاک ہونے کے لائق تھا اور خدا کی تقدیر نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ صرف یونس علیہ السلام ایک ایسا انسان ہے جو بچائے جانے کے لائق ہے۔ اور بھرے ہوئے شہر کو ہلاکت کا نشانہ بنتے ہوئے *

* چھوڑ کر خدا کی وحی کے مطابق حضرت یونسؑ اس شہر سے الگ ہوئے۔ چونکہ اس کے بعد ان سے ایک غلطی سرزد ہوئی اور دل میں یہ خیال گذرا کہ شاید خدا میرے خلاف کوئی فیصلہ نہ کرے چونکہ آپ مرسلین میں سے تھے اس لئے ہم یہ بدظنی نہیں کریں گے کہ یہ خیال انہوں نے کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر نہیں ہو سکتا۔ میں نے غور کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترجمہ کرنا بالکل درست نہیں ہے بلکہ بہت ہی لطیف بات ہے جو بیان ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت یونس نے یہ سوچا ہوگا کہ وہ خدا جو ایک لاکھ گنہگاروں کو سخت گناہوں کے باوجود، اس فیصلے کے باوجود کہ میں ان کو ہلاک کردوں گا، پھر معاف کر دیتا ہے، تو مجھے کہاں پکڑے گا پھر؟ میں تو پھر نیک بندوں میں شمار ہوتا ہوں میں تو اس کے مرسلین میں سے ہوں۔ مجھ سے تو زیادہ رحمت کا سلوک کرے گا۔ پس اس آیت یعنی مجھ پر قدرت نہیں پا سکے گا کا یہ مطلب ہے کہ اس تقدیر کے خلاف فیصلہ نہیں دے گا۔ جو اتنا رحم کرنے والا خدا ہے اس نے مجھے کیا کچھ کہنا ہے! لیکن یہ بات وہ بھول گئے کہ ہر شخص سے اس کے حالات اور اس کی توفیق کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے۔ خدا کے نیک بندوں سے بہت زیادہ اونچی توقعات ہوتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے حضرت یونس کو یہ سبق دینا تھا کہ جب خدا تعالیٰ چاہے اس صورتحال کو بالکل الٹ سکتا ہے۔ پس اب آپ کشتی کی طرف آئیں، ایک بھری ہوئی کشتی تھی، وہاں حضرت یونس کے سوا سارے گنہگار تھے لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب گنہگاروں کو بچا لیا یعنی بظاہر اور جو سب سے معصوم انسان تھا اُسکو ہلاکت کی طرف باہر پھنکوا دیا اور جو بھی اس پہلے شہر میں واقعہ گذرا تھا اس سے بالکل الٹ مضمون ہوگیا وہاں حضرت یونسؑ ایک بھرے ہوئے شہر کو چھوڑ کر جا رہے تھے جس سارے شہر کو خدا کی تقدیر نے ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور صرف یہ ایک معصوم انسان تھا جسے نجات کی خبر دی گئی تھی، اور کشتی کی حالت یہ تھی کہ وہ گنہگاروں سے بھری ہوئی تھی اور خدا کی تقدیر یہ کہہ رہی تھی کہ ان سب کو میں معاف کرتا ہوں اس نیک بندے کو یہاں سے نکالا جائے جس نے مجھ پر بدظنی کی ہے اور اسے ہلاکت کے منہ میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ مچھلی نے آپ کو نگل بھی لیا، وہاں ظلمات کا لفظ استعمال کرنا، اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سکھائی ہوئی دعا تھی۔ بہت ہی فصیح و بلیغ کلام ہے۔ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ایک ظلمت کا کام اس سے سرزد ہوا تھا، ساری زندگی نور میں کٹی اور ایک ظلمت کا سایہ آیا جو اس نے خدا تعالیٰ پر بدظنی کر لی۔ اس کے نتیجہ میں وہ ظلمات میں گھِر گیا۔ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ کئی قسم کے اندھیروں میں اس نے بے اختیار یہ دعا کی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ۔ اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے سُبْحٰنَكَ تو بہت ہی پاک ہے۔ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ میں ہی ظالم انسانوں میں سے تھا۔ اور ظلمت اور ظلم یہ دونوں ایک ہی منبع سے نکلے ہیں اور دونوں ہم معنی ہیں۔ ظلم کا مطلب گناہ بھی ہے اور اندھیرا بھی ہے۔ پس اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ نجات بخشی اور یہ فرمایا۔

فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ ہم نے جو یونس کو نجات دی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ساری زندگی تسبیح و تحمید میں گذری تھی۔ پس خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی سابقہ نیکیوں کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے اگرچہ غلطی بہت بڑی ہو، کیوں نہ ہوئی ہو جو خدا توقع رکھتا ہے اس کے خاص انسانوں سے بعض دفعہ کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جاتی ہے جس سے گویا اس کا سمجھو سارا اعمال نامہ سیاہ شمار کر لیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نیک بندوں کی نیکیوں کو اس طرح بھلا نہیں دیا کرتے وہ ہمیشہ تسبیح و تحمید میں وقت گذارا کرتا تھا۔ اس میں ہمارے لئے یہ نصیحت ہے کہ ہم عین وقت پہ آ کر جو دعا کریں کہ اے خدا ہم سے غلطی ہو گئی ہمیں ظلم سے نجات بخش ہمیں ظلمات سے نکال دے اور اس سے پہلے خدا کی تسبیح و تحمید نہ کریں تو ہماری دعا میں قبولیت کی وہ طاقت نہیں ہوگی اسلئے ہمیں ہمیشہ خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کی حالت میں رہنا چاہئے۔ اس وقت خدا کی تسبیح کرنی چاہئے جبکہ خدا سے کوئی مطالبہ نہیں ہو رہا۔ کوئی بھیک مانگنے کے لئے اس کے در پر نہیں گئے بلکہ اس کی محبت میں، اس کی یاد میں، اس کے پیار میں ہم اس کی مدح کے گیت گا رہے ہوں اس کی تسبیح بلند کر رہے ہوں۔ ایسی حالت میں ہمیں جب بھی مشکل پیش آئے گی تب خدا تعالیٰ اس پرانی تسبیح کو یاد کرتے ہوئے اگرچہ گناہ بڑا بھی ہوگیا ہو تب بھی مغفرت کا سلوک فرمائے گا۔

پس وہ لوگ جب [illegible] یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مصیبت میں گھر گئے تو ہم نے بڑی التجائیں کیں، بڑا شور مچایا بہت روئے پیٹے ہماری دعا قبول نہیں ہوئی۔ ان کے لئے اس میں نصیحت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی زندگی میں وہ خدا سے غافل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نعمتیں عطا کیں لیکن انہیں خدا کو یاد رکھنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ اس وقت یاد آیا جب کہ ضرورت پیش آئی تو جب ضرورت پیش آئے اس وقت کی یاد کی کوئی حقیقت نہیں ہوا کرتی۔ کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔

پس ضمناً یاد کروا دوں، وہ تین دن والی جو بحث ہے اس کو اس طرح نہیں کرنا چاہیئے کہ آپ اصرار کریں کہ ضرور تین دن ہی مچھلی کے پیٹ میں

ہوئے تھے۔ تین دن کی خطرناک حالت ہم کہہ سکتے ہیں، معلوم ہوتا ہے بائیبل میں جو واقعہ ہے وہ لکھنے والوں کو پوری طرح واضح نہیں تھا خدا تعالیٰ نے ممکن ہے کسی نیک بندے پر وحی کی ہو یا ایک باہر کے نبی کا قصہ وہاں پہنچا ہو اور اس میں غلطی رہ گئی ہو۔ تین دن کی انتہائی نازک حالت کا ذکر ہوگا جس کو یہ سمجھ لیا گیا کہ گویا تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے دل کا حملہ ہوتا ہے تو تین دن تک بعض دفعہ ایک شخص INTENSIVE CARE میں رکھا جاتا ہے یعنی ایسی حالت میں جہاں زندگی اور موت کے درمیان کشمکش جاری ہوتی ہے۔ پس وہ حالت جس میں بظاہر موت غالب آنے والی ہو اُسے ہم خطرناک حالت قرار دیتے ہیں، بیماری تو بعد میں بھی کچھ چلتی ہے، لیکن اُس بعد کی حالت میں صحت کے غلبے کے امکان بڑھ جاتے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی صلیب پر چند گھنٹے رہنے کے بعد دو اڑھائی دن ایسی ہی حالت رہی کہ گویا جانکنی کی حالت تھی۔ شدید گہرے زخموں میں آپ مبتلا تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ دم آیا کہ نہ آیا، کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا، تو تین دن کی مشابہت اس رنگ میں حضرت یونسؑ سے ہوئی کہ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مچھلی نے خواہ چند ثانیوں کے لئے یا ایک دو منٹ کے لئے ہی پیٹ میں رکھا ہو، جب اُگلا ہے تو اُس کے زخم بھی اتنے کاری تھے اور اتنا گہرا نقصان ہو چکا تھا کہ تین دن اُس کے بعد جانکنی کی حالت میں رہے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ بیل اُگا کر اُس کا سایہ نہ کر دیتا اور اُس بیل میں شفا نہ رکھتا تو آپ کے بچنے کے بظاہر کوئی امکان نہیں تھے اور ایسی حالت سے بھی اللہ تعالیٰ نجات بخش دیتا ہے۔ پس جہاں بعض احتیاطوں کے سبق ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بے انتہا ہونے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ ایسی خطرناک حالت میں بھی خدا تعالیٰ بچا سکتا ہے جس سے بظاہر بچنے کی کوئی صورت نہ ہو

حضرت ذکریاؑ کی دعا اور قبولیت دعا کے گر

اب میں آخر پر حضرت زکریا کی دعا کے بعد اس خطبہ کو ختم کروں گا حضرت زکریا کی ایک دعا پہلے بھی گذر چکی ہے۔ اب جو دعا قرآن کریم نے دوسرے لفظوں میں ہمارے سامنے رکھی ہے وہ یہ ہے۔

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ

(سورۃ انبیاء: آیت ۹۰)

کہ زکریاؑ کو بھی یاد کرو إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ جب آپ نے اپنے رب کو پکارا اور یہ عرض کیا رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا۔ اے میرے خدا! مجھے اکیلا نہ چھوڑ۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ اور سب وارثوں میں بہتر تو ہی وارث ہے۔ پہلی دعا سے متعلق اگر کسی کو غلط فہمی پیدا ہوئی ہو تو اس دعا میں اس کا ازالہ فرما دیا گیا ہے۔ پہلی دعا میں یہ ذکر تھا کہ آپ نے یہ عرض کی کہ اے خدا! میرا کوئی والی نہیں ہے، مجھے شریکوں کا ڈر ہے، میری بیوی بانجھ ہے اور بوڑھی ہے، میرے مرنے کے بعد وہ اکیلی رہ جائے گی تو کوئی اُسکی حفاظت کرنے والا نہیں ہوگا، اس سے کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت زکریا کے نزدیک ظاہری اولاد کی ظاہری حکمتوں کے پیش نظر اہمیت ہے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر میرا وارث نہ ہوا تو میرے پیچھے میری بیوی گویا لاوارث رہ جائے گی تو حضرت زکریاؑ چونکہ خدا تعالیٰ سے بے انتہا پیار کرنے والے اور اس پر بے حد توکل کرنے والے انسان تھے اس لئے اُس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے آپ کی ایک اور دعا بھی قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ اُس میں وہ کہتے ہیں کہ میری خواہش تو یہی ہے کہ میں اکیلا نہ رہوں، میرے بعد میری اولاد ہو لیکن یہ معنے نہیں ہیں کہ اولاد نہ ہوئی تو میرے پیچھے میری بیوی اور باقی جو بھی سلسلہ ہے وہ لاوارث ہو جائے گا۔

وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ ہر شخص کے بعد تو ہی اصل وارث ہوا کرتا ہے اور اُسکی ہر جائیداد، ہر عزت، ہر دولت اور ہر ذمہ داری تیری طرف لوٹ جاتی ہے۔ یہاں وارث کے دو معنے ہیں ان دونوں معنوں میں آپ کو دعا کرنی چاہیئے۔ یعنی اُن دونوں معنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کرنی چاہیئے۔ ایک وارث وہ ہے جو جائیداد پالیتا ہے اور ایک وارث وہ ہے جو ذمہ داریاں ورثے میں پاتا ہے اور سچا وارث وہ ہوتا ہے جو اُن کو ادا کرتا ہے تو أَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ میں یہ دونوں باتیں شامل ہیں مطلب یہ ہے کہ اے خدا جو کچھ میرا ہے میرا تو ہے ہی کوئی نہیں۔ کسی کا بھی کچھ نہیں، ہم تو مر کر یہاں سے چلے جانے والے ہیں۔ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا ہے وہ سب تیری طرف واپس لوٹتا ہے اور تو ہی ہے جو باقی رہے گا اور ہر چیز آخر تیری ہی ہوگی۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ دنیا والے وارث تو اپنی ذمہ داریاں ادا کریں نہ کریں۔ جو تجھ پر توکل رکھتے ہیں اُن کا صحیح وارث تو ہی ہوا کرتا ہے اور اُن کے سارے بوجھ تو اُٹھا لیتا ہے اُن کے قرضے اُتارنے کا بھی تو ہی انتظام کرتا ہے، اُن کی دیگر ذمہ داریوں کا بھی تو ہی ذمہ دار بن جاتا ہے۔ پس وارث اِن دونوں معنوں میں ہے۔ پس وہ لوگ جو اولاد کی تمنا رکھتے ہیں اُن کو یہ دعا اِن معنوں میں کرنی چاہیئے کہ ہم تمنا تو رکھتے ہیں مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ اولاد نہیں ہوگی تو ہم برباد ہو جائیں گے ہمارا تو ہی تو ہے اور تو ہمیشہ رہنے والا ہے اور جس کا تو ہو جائے اُس کے نام مٹا نہیں کرتے۔ اُس کی ذمہ داریاں اُس کے بعد بھی ادا ہوا کرتی ہیں۔ پس اگر تو اولاد نہ دے تو ہم ناراض نہیں ہم خفگی محسوس نہیں کرتے، تمنا ہے اگر عطا کر دے تو بہتر ہے ورنہ تو بہترین وارث ہے، تیرے ہوتے ہوئے ہم کسی قسم کے شکوے کا حق نہیں رکھتے چنانچہ فرمایا۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ۔

پس ہم نے اُس کی دعا کو قبول فرما لیا اور اُسے ہم نے یحییٰ بطور تحفہ عطا کیا وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ اور اُس کی بوڑھی، بانجھ زوجہ کی اصلاح فرما دی۔

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا۔

یہاں بھی قبولیت دعا کی حکمت واضح فرما دی کہ کیوں بعض لوگوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں فرمایا

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ

یہ وہ لوگ تھے جو محض ضرورت کے وقت میرے پاس نہیں آیا کرتے تھے بلکہ ہمیشہ میری محبت کے نتیجہ میں نیک کاموں میں سبقت لے جایا کرتے تھے۔ بنی نوع انسان کی خدمت کیا کرتے تھے جب بھی بھلائی کا موقع آتا تھا اُس سے چوکتے نہیں تھے بلکہ آگے بڑھ بڑھ کر نیک کاموں میں حصہ لیا کرتے تھے۔

وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا اور ہمیشہ مجھے یاد کیا کرتے تھے اور میرے سے دعائیں کیا کرتے تھے رغبت رکھتے ہوئے بھی اور خوف رکھتے ہوئے بھی۔ بعض دفعہ میری رضا کی تمنا میں اور لالچ میں کہ خدا ہم سے

(آگے مسلسل ص۱۱ پر)

اسیران راہ مولیٰ کے لئے

اسیران راہ مولیٰ ساہیوال، سکھر، چک سکندر اور فیصل آباد عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں اپنے ان بھائیوں کی باعزت بریت کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں اور پریشانیوں سے جلد نجات دے

(ادارہ)

راضی ہو۔ اور بعض دفعہ اِس خوف میں دُعا کیا کرتے تھے کہ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے کہ خدا ناراض ہو جائے۔ اور پھر فرمایا وَ کَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ اور وہ ہمیشہ میرے ساتھ عاجزی کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ بہت ہی خشوع و خضوع کرنے والے تھے۔ پس جن کا یہ دستور ہو ان کی دُعائیں جو غیر معمولی حالات میں قبول ہوتی ہیں تو اُس کا یہ پس منظر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ کے حق میں خدا تعالیٰ نے ایسا اعجازی نشان دکھا دیا۔ ہم دُعا مانگتے ہیں، ہماری بوڑھی بیوی تو کچھ بھی نہیں جنتی، ہماری بانجھ عورت کو تو کچھ نہیں ہوتا، ہماری کمزوریاں تو دُور نہیں ہوتیں، تو ان کے لئے نصیحت ہے کہ خدا سے غیر معمولی طلب کرنے والے اپنے اندر بھی غیر معمولی تبدیلیاں پیدا کیا کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی کو خدا کی خاطر بدل دیتے ہیں اور محض اپنی ضرورت کے وقت خدا کے حضور حاضر نہیں ہوتے بلکہ ساری زندگی حاضر رہتے ہیں۔ اور اُس کی رضا پر بھی راضی رہتے ہیں۔ اس کے ابتلاء پر بھی راضی رہتے ہیں اور ہمیشہ یہ خوف اُن کو دامنگیر ہوتا ہے کہ کہیں خدا ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہم سے ناراض نہ ہو۔ اور ہم اُس کی رضا سے محروم نہ رہ جائیں۔ پس ایسے لوگوں کی دُعائیں غیر معمولی طور پر اعجازی رنگ میں قبول کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ایسے بندوں میں شامل فرمائے کہ ہم اُس سے بہت کچھ مانگیں اور التجاؤں کے ساتھ مانگیں لیکن اِس فیصلے کے ساتھ مانگیں کہ اگر وہ ردّ کر دے گا تب بھی ہم راضی رہیں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر جو مَیں پہلے بھی بارہا پڑھ چکا ہوں مجھے بہت ہی پیارا، آپ کے سب شعروں میں زیادہ پیارا لگتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ؎

ہو فضل تیرا یاربّ یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہو

اَے ہمارے اللہ! چاہتے تو فضل ہیں لیکن فضل ہو یا ابتلاء آجائے، تیری طرف سے اگر ابتلاء آجائے اور رضا والا ابتلاء ہو، ناراضگی والا ابتلاء نہ ہو ؎ راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہو

اِس رُوح کے ساتھ آپ دُعائیں کیا کریں تو آپ نے سب کچھ پالیا۔ وہی لوگ دُنیا میں کامیاب ہوں گے جو مالک کی ہر ادا سے راضی ہوں۔ جن کو خیرات سے پیار نہ ہو خیرات دینے والے ہاتھ سے پیار ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:۔

ابھی نمازِ جمعہ ختم ہونے کے بعد نمازِ جنازہ ہوگی۔ جرمنی کی یہ خاتون امۃ العزیز جو فیصل آباد کے نائب امیر چوہدری غلام دستگیر صاحب کی بہو تھیں، بہت ہی نیک خاتون، سلسلے سے بے حد محبت اور خلوص رکھنے والی اور خلافتِ احمدیہ سے تو ان کو ایسا عشق تھا کہ ایک مثالی عشق تھا بلکہ حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح ان کو محبت بھی ہے، یقین اور اعتماد بھی ہے۔ کئی دفعہ پہلے فیصل آباد میں اس حد تک بیمار ہو گئیں کہ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو یقین ہے کہ خلیفہ وقت دُعا کریں گے تو مَیں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اِس اخلاص کو قبول کیا۔ اور حیرت انگیز طریق پر شفایاب ہوئیں۔ پھر خواہش کے مطابق لندن بھی آئیں۔ مجھ سے ملیں۔ بعد میں واپس جا کر پھر دوبارہ جرمنی آگئیں۔ اب چند مہینے پہلے سے ان کی حالت بہت زیادہ خراب ہوتی اور ایک اور بیماری ہوئی یعنی لنگز کا کینسر تھا تو اس وقت بھی ان کے ایمان میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ توکل میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور ہسپتال میں ایک دفعہ لا علاج کر کے گویا پھینک دیا گیا تھا۔ تو ان کی طرف سے پھر مجھے پیغام ملا۔ پھر خدا تعالیٰ نے دُعا کی توفیق بخشی اور اس حالت سے نکل کر پھر خدا کے فضل سے باہر آگئیں لیکن تقدیر جو ہے وہ تو لازماً آنی ہے۔ یعنی موت تو ٹل ہی نہیں سکتی۔ یہ وہم تو دلوں سے نکل جانا چاہیئے کہ کوئی شخص تقدیر سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ دُعا سے خدا تعالیٰ اپنے پیار اور محبت کے اظہار کے لئے تھوڑی سی مہلتیں بڑھا دیا کرتا ہے۔ آخر ان کا وقت آنا ہی تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اُن کی یہ شدید خواہش تھی کہ مَیں اُن کا جنازہ پڑھوں۔ چنانچہ جب ہم یہاں جرمنی آرہے تھے تو جرمنی کے امیر نے مجھے یاد کروایا۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو، اس کی یہ جو تمنا تھی خدا نے یہ بھی پوری کر دی۔ اور اس وقت تک نہیں مری جب تک آپ کے جرمنی آنے کا انتظام نہیں ہوا۔ ورنہ جنازہ غائب ہی ہو سکتا تھا۔ سامنے رکھ کر تو جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہماری احمدی بڑوں، چھوٹوں، مردوں، عورتوں کے دل میں اسی طرح اخلاص پیدا کرے۔ اسی طرح ان کے اخلاص کو نوازتا رہے۔ اپنے قرب کے نشان دکھاتا رہے۔ ان کے بچے چھوٹے ہیں۔ اُن کے لئے بھی خصوصیت سے دُعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی اسی رنگ میں رنگین فرمائے اور اُن کا حامی و ناصر ہو۔ وہی خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ہے جو یہ دُکھی ایسے پر تان ٹوٹتی ہے۔ باقی وارث تو آتے جانے والے ہیں۔ ذمہ داریاں ادا کریں یا نہ کریں۔ اگر خدا کسی کا وارث بن جائے تو پھر اُسے کوئی غم اور کوئی فکر نہیں رہتا۔

اِس کے علاوہ دو جنازہ غائب ہیں۔ ایک مستورہ امۃ اللہ زوجہ چوہدری محمد سعید صاحب کلیم اور دوسری ... رفیع الدین بخاری صاحب کی ہمشیرہ ہیں۔ ان کو بھی اس نمازِ جنازہ میں شامل کر لیں۔ نمازِ جمعہ کے معاً بعد آپ سب اسی طرح صفوں کی حالت میں کھڑے ہو جائیں۔ مَیں چند ساتھیوں کے ساتھ باہر نعش کے سامنے حسبِ سُنّت نمازِ جنازہ پڑھوں گا۔ یہاں آپ کو آواز آئے گی اور اسی طرح آپ یہیں کھڑے کھڑے اِس جنازہ میں شامل ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ جرمنی کے بعض دوستوں نے مجھے خط لکھے تھے۔ مجھے اب یاد نہیں رہا، وہ وہاں انگلستان میں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کون کون تھے۔ تو ہم سب کو غائبانہ طور پر دعا میں شامل کر لیتے ہیں۔ خدا کے علم میں ہے۔ وہ خواہشمند کون تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس مغفرت کی دُعائیں حصہ دار بنا دے۔ (آمین)

○

ضلع نلگنڈہ میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد

ایک نومبائع نے دو ایکڑ زمین بطور عطیہ حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ الحمدُللہ

(رپورٹ مرتبہ مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس فاضل انچارج احمدیہ مسلم مشن ورنگل)

گزشتہ دنوں خاکسار نے ضلع نلگنڈہ اور ضلع ورنگل کی بعض نومبائعین کے علاقوں کا دورہ کیا۔ میرے ہمراہ مکرم ایم۔ ایم منعم اللہ صاحب سرکل انچارج نلگنڈہ محترم محمد باشا صاحب صدر جماعت احمدیہ پالاگرتی اور مکرم خالد احمد صاحب ابن محترم حافظ صالح محمد الہ دین صاحب امیر صوبائی آندھرا پردیش تھے۔

مسجد کا سنگِ بنیاد:

مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۹۱ء بروز چہارشنبہ موضع پنڈلہ پلی میں ضلع نلگنڈہ کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد خاکسار نے دُعا کے ساتھ رکھا۔ اِس موقعہ پر تمام نومبائعین پنڈلہ پلی موجود تھے۔ اور گاؤں کے معززین غیر مسلم بھی موجود تھے۔ اجتماعی دُعا کے بعد نومبائعین نے پُرجوش اور فلک شگاف نعرے لگائے۔ یہ جماعت نہایت مخلص ہے۔ اِس مسجد کی تعمیر کے لئے نومبائعین پنڈلہ پلی خود وقارِ عمل کر رہے ہیں۔ اِسی رات جلسہ یوم خلافت منعقد ہوا۔ اِس مقام پر مکرم مولوی شیخ عبد الرشید صاحب معلم وقفِ جدید نہایت محبت سے مفوضہ اُمور انجام دے رہے ہیں۔

دو ایکڑ زمین کا عطیہ:

مکرم مولوی عبد الرؤف صاحب معلم انچارج سرکل اچہم پیٹ منڈل کے علاوہ پالاگرتی کے نومبائع صدر محترم محمد باشا صاحب نے جماعتی ضروریات و اغراض کے لئے دو ایکڑ زمین جس کی کم از کم قیمت اسّی ہزار روپے ہوگی، حضور انور کی خدمت میں بطور عطیہ پیش کر دی۔ موصوف نہایت مخلص اور پُرجوش صدر ہیں۔ اور تبلیغ کا اِس قدر جذبہ ہے کہ جب انہیں کہا جائے کہ باشا صاحب فلاں جگہ تبلیغ کے لئے چلنا ہے تو باوجود پیرانہ سالی کے اُن کی ہمت کو دیکھ کر نوجوانوں کو شرم آجاتی ہے۔ ان کی زبان پر یہی الفاظ ہوتے ہیں کہ "میں تو تیار ہوں چلئے"۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۹۱ء کو کنڈور میں بوقت بعد نمازِ عشاء احمدیہ مسلم مشن میں مکرم محمد باشا صاحب صدر جماعت احمدیہ پالاگرتی کی زیرِ صدارت "جلسہ یوم خلافت" منعقد ہوا۔ تلاوت مکرم قربان احمد صاحب نے کی۔ جبکہ مکرم خالد احمد صاحب ابن حافظ صالح محمد الہ دین صاحب امیر صوبائی نے خوش الحانی سے نظم سنائی۔ بعدہٗ خاکسار نے اور مکرم نور الدین صاحب، مکرم مولوی حبیب اللہ شریف صاحب نے علی الترتیب خلافت کے محاسن و برکات پر روشنی ڈالی۔ آخر میں صدر جلسہ نے اجتماعی دُعا کروائی۔

اِس مقام پر بھی اللہ کے فضل سے ساڑھے تین صد نومبائعین رہتے ہیں۔ اور اس گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر کاٹرا پلی اور یہاں سے چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر تانکاری مڑور اور تاپور دیہات ہیں۔ یہاں چار صد افراد نومبائعین ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں ہم سب کو داعی الی اللہ بنا دے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ ؎

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دُور
اے مرے اہلِ وفا سُست کبھی گام نہ ہو

—✕—

امتحان دینی نصاب خدام

دینی نصاب کا امتحان حسبِ سابق ... اگست کو ہوگا۔ پرچہ جات مجالس میں بھجوا دیئے جائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ خدام شریک ہوں۔

(مہتمم تعلیم)

لجنات بجٹ کے مطابق چندہ اجتماع جلد از جلد بھجوانے کی کوشش کریں۔

صدر لجنہ اماء اللہ بھارت

قادیان میں عید الاضحیٰ کی بابرکت تقریب

قادیان ۲۳ر جون ۱۹۹۱ء - آج یہاں عید الاضحیٰ کی تقریب اسلامی روایات کے مطابق شاندار طریق سے منائی گئی۔ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قائمقام امیر مقامی کے ارشاد پر محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نائب ناظم وقف جدید نے تین ہزار کی تعداد میں باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں اور مقامی احباب مرد و زن کی معیت میں نماز عید ادا کی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کوثر کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ آج عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ اس مبارک دن میں قربانی کی جاتی ہے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطبہ الہامیہ میں قربانی کو ایک ایسی سواری قرار دیا گیا ہے جو خدا تعالےٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ سورۃ کوثر میں بھی نمازوں کی ادائیگی اور قربانیوں کا بجا لانا قرب کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے دشمنوں کی نامرادی کا سبب بتایا گیا ہے۔ قربانی کا تاریخی پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے اہل و عیال نے زندگی بھر قربانیاں دیں اور کئی موتیں اپنے اوپر وارد کیں۔ انہیں قربانیوں کے نتیجہ میں آپ کی اولاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جو آپ کی دعاؤں، عبادتوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں، دعاؤں اور عبادات کے نتیجہ میں آپ کی اتباع میں بھی اُمتِ محمدیہ میں کئی ابراہیم پیدا ہوئے۔ خاص طور پر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مقام ابراہیم عطا کیا گیا۔ اور آپ کی تربیت کے نتیجہ میں جماعتِ احمدیہ میں بھی قربانی کی رُوح پیدا ہوئی۔ اور ساری جماعت قربانیوں کے میدان میں اتر آئی۔ انہیں (جانی و مالی) قربانیوں کے نتیجہ میں اشاعتِ قرآن اور تبلیغِ اسلام کے عظیم الشان کام سرانجام دیئے جا رہے ہیں۔ اس دور میں بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی وقفِ نو کی تحریک جاری فرمائی ہے۔ جس سے ہزاروں بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح قربانی کرنے والے ہوں گے۔

مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ کے امام کا انکار کر کے ایسی بھیڑوں کی طرح ہو گئے ہیں جن کا کوئی رکھوالا اور محافظ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ پس جب ہم صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے قربانیاں کریں گے تو ہمیں کوثر عطا ہوگا اور ہمارا دشمن ناکام و نامراد رہے گا۔

خطبہ ثانیہ میں آپ نے سب حاضرین کو عید کی مبارک باد دی۔ اور حضور انور ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت و سلامتی، مقاصدِ عالیہ میں کامیابی کے لئے اور قربانی کی رقوم بھجوانے والوں اور دیگر حاجتمندوں کے لئے دعا کرائی۔

چونکہ قریباً چار صد مسلمان بھائیوں کو جو مضافات سے تشریف لائے تھے قادیان آنے میں دیر ہو گئی تھی لہذا محترم قائمقام امیر صاحب مقامی کے ارشاد پر محترم مولانا بشیر احمد صاحب خادم نے دوبارہ ان کو نمازِ عید پڑھائی۔ اور خطبہ دیا۔ بعدہٗ تمام مہمانانِ کرام کی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ سے ضیافت کی گئی جس کے لئے عملہ لنگر خانہ اور احبابِ جماعت، انصار اور خدام و اطفال نے خصوصی تعاون دیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء ۞

تبصرہ

نام کتاب : "کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگِ رواں"

مؤلف : مکرم شیخ عبد الحمید صاحب عاجزؔ سابق ناظر تعلیم و جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

صفحات : ۳۷۶ ——— قیمت — چالیس روپے۔

مذکورہ کتاب کا ایڈیشن دوم بعض ترامیم اور بعض نئے واقعات کے اضافہ کے ساتھ مؤلف موصوف نے نہایت دیدہ زیب رنگ میں شائع کیا ہے۔ اس سے قبل اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا تھا۔ محترم عاجزؔ صاحب نے اس کتاب میں نہایت سلیس اور مؤثر انداز میں اپنے خاندانی حالات کے ساتھ ساتھ اہم جماعتی واقعات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح تقسیم ملک کے بعد درویشی دور سے متعلق نہایت ایمان افروز واقعات درج کئے ہیں اور جا بجا تاریخی تصاویر سے کتاب کو مزین کیا ہے۔

محترم عاجزؔ صاحب جو اس وقت ممبر صدر انجمن احمدیہ ہیں، ابتدائی درویش اور بفضلہ تعالیٰ واقفِ زندگی ہیں ایک عرصہ تک آپ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممتاز عہدوں پر فائز رہے اور مختلف مواقع پر آپ کو اعلیٰ سطح پر جماعتی نمائندگی کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ ایسے ہی متعدد امور کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب نئی نسل کو درویشی دور کے ابتدائی واقعات سے روشناس کرانے کا یقیناً ایک بہترین ذریعہ ہے۔

کتاب کے آخر میں مؤلف موصوف نے علمی زندگی سے بھرپور اپنی حقیقت پسندانہ شاعری کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔ بلندیٔ خیال اور سادگی آپ کی شاعری کی ممتاز خصوصیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر، صحت اور قلم میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

(قائمقام ایڈیٹر)

چھٹا سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ بھارت سنہ ۱۹۹۱ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہِ شفقت لجنہ اماء اللہ بھارت کے چھٹے سالانہ اجتماع کے لئے ۱۸-۱۹-۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۱ء کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ لجنات اماء اللہ بھارت اس اجتماع میں نمائندگان کو بھجوانے کی ابھی سے کوشش کریں۔ پروگرام اجتماع لائحہ عمل سنہ ۹۱ء میں چھپ چکا ہے۔

صدر لجنہ اماء اللہ بھارت

قادیان میں مکان و پلاٹ وغیرہ کی خرید و فروخت کے لئے
نعیم احمد ڈار
احمد پراپرٹی ڈیلر
احمدیہ چوک قادیان

بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ ہے (ترمذی)
C.K.ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS, SAWNSIZE, TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

الحدیث
تَعَلَّمُوا الْیَقِیْن
(ترجمہ) یقین کو سیکھو!
منجانب :- پرویز احمد بمبئی۔

طالبانِ دعا:-
آٹو ٹریڈرز
۱۶ مینگولین کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

SUPER INTERNATIONAL
PHONE NO. OFF:- 6348179 RESI:- 6233389
(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)
PLOT NO. 6. TARUN BHARAT CO-OP. SOCIETY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD, BOMBAY - 800099
(ANDHERI EAST)

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔" (کشتی نوح)
NIR ®
CALCUTTA - 15.
پیش کرتے ہیں:-
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ۔ ہوائی چپل نیز ربر۔ پلاسٹک اور کینوس کے جوتے

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
پیشکش
بانی پولیمرز کلکتہ - ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز :-
۵۲۰۱ - ۵۱۴۶ - ۲۸۰۲۸ - ۴۳

YUBA
QUALITY FOOT WEAR